اندر مسرت بستر کی چادر درست کر رہی تھیں۔ اسے آتے دیکھ کر لمحے بھر کو سر اٹھایا' پھر واپس کام میں مصروف ہو گئیں۔

"آپ بھی مجھ سے ناراض ہیں اماں؟" مسرت خاموشی سے تکیے پہ غلاف چڑھاتی رہیں۔

"اماں!" اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔ وہ تکیے درست کر کے دروازے کی طرف بڑھیں۔

"میں نے کیا کیا ہے اماں؟" وہ رو پڑی تھی۔

دروازے کی طرف بڑھتی مسرت نے گردن موڑی۔

"تم نے اچھا نہیں کیا محمل!" بہت دنوں بعد وہ اس سے بولی تھیں۔

"اماں۔" وہ تڑپ کر ان کے قریب آئی۔ "فواد بھائی نے مجھے فکشن کا کہہ کر۔۔۔"

"مجھے پتہ ہے۔"

"پتہ ہے' مگر یقین نہیں ہے؟"

"ہے۔"

"پھر بات کیوں نہیں کرتیں مجھ سے؟"

"میں برسوں ان کی خدمت کرتی رہی کہ شاید کبھی یہ ہمیں کچھ عزت دیں مگر میری بیٹی ان ہی کے بیٹے کو پکڑوا کر اس کے خلاف کورٹ کچہری میں گواہی دیتی پھرے۔۔۔ پہلے زندگی کم مشکل تھی محمل جو تم نے مزید مشکل بنا دی ہے۔" وہ تھکی تھکی سی پلٹ گئیں۔

وہ نم آنکھوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ ایک غلط قدم اسے یہاں لا پٹخائے گا' اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

پھر کتنے ہی دن وہ محمل کرتی رہی' اس کے پاس رونے کو بہت کچھ تھا۔ پھر کئی دنوں بعد اسے اس عبایا اسکارف اور مردانہ شلوار قمیص کا خیال آیا تو دونوں کو الگ الگ شاپر زمین پہ ڈال کر فرشتے کو واپس کرنے لگی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ہمایوں داؤد کے منہ لگنے کی' فرشتے کو دے دوں گی' وہی آگے پہنچا دے گی۔"

اس نے سوچا تھا۔

بس اسٹاپ کا منظر اب ویران ہوتا تھا۔ وہ سیاہ فام لڑکی مڑ کر کبھی واپس نہ آئی تھی۔ جانے کون تھی' کہاں چلی گئی۔ وہ اکثر سوچتی رہ جاتی۔

بس سے اتر کر اس نے سڑک پہ کھڑے' گردن اونچی کر کے دیکھا۔ وہ دونوں عمارتیں ساتھ ساتھ تھیں۔ ہمایوں داؤد کا بنگلہ سبز بیلوں سے ڈھکا تھا اور ساتھ موجود اونچے ستونوں والی سفید عمارت کوئی انسٹی ٹیوٹ تھا شاید۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس فضول انسان کا دروازہ کھٹکھٹانے کی۔ میں مسجد میں ہی چلی جاتی ہوں۔" وہ مسجد کے سیاہ گیٹ کے سامنے آئی۔ گیٹ کا سیاہ لوہا چمک رہا تھا' اسے اس چمکتے لوہے میں اپنا عکس دکھائی دیا۔

بلیو جینز کے اوپر گھٹنوں تک آتا کرتا' گردن سے لپٹا دوپٹہ' اونچی بھوری پونی ٹیل باندھے' ماتھے پہ بل ڈالے وہ اپنے مخصوص حلیے میں تھی۔

گیٹ کے اس طرف ایک بورڈ لگا تھا جس کو وہ پہلے نہ دیکھ سکی تھی۔ اس پہ واضح لکھا تھا۔

"No men Allowed" (مردوں کا داخلہ ممنوع ہے)

ساتھ باوردی گارڈ بیٹھا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر اندر قدم رکھا۔

بڑا سا سرسبز لان۔ سامنے سفید سنگ مرمر کا چمکتا برآمدہ۔ برآمدے کے کونے میں ریسپشن ڈیسک کے پیچھے کھڑی لڑکی' جو سیاہ عبایا کے اوپر سرمئی اسکارف میں ملبوس' فون کان سے لگائے محو گفتگو تھی۔

سامنے سے سفید شلوار قمیص میں ملبوس ایک لڑکی چلی آ رہی تھی۔ اس نے عنابی اسکارف لے رکھا تھا۔ جیسے یونیفارم ہو۔ محمل کے قریب سے گزرتے اس نے مسکرا کر "السلام علیکم" کہا۔

"جی؟" وہ چونکی۔ وہ لڑکی مسکرا کر اس کے پاس سے گزر کر چلی گئی۔

"ہیں؟ اس نے مجھے سلام کیوں کیا؟ کیا یہ مجھے جانتی ہے؟" وہ الجھ ہی رہی تھی کہ ریسپشنسٹ کی آواز آئی۔

"السلام علیکم۔ کین آئی ہیلپ یو؟"

"جی۔ مجھے فرشتے سے ملنا ہے۔" وہ ڈیسک کے قریب آئی۔

"فرشتے باجی کلاس میں ہوں گی۔ اندر کاریڈور میں رائٹ پہ فرسٹ ڈور۔"

"اچھا۔"

وہ ادھر ادھر دیکھتی سنگ مرمر کے چمکتے فرش پہ چلتی جا رہی تھی۔ کاریڈور میں پہلے کھلے دروازے پہ وہ رکی۔ اندر سے فرشتے کی مضبوط مگر خوب صورت آواز آ رہی تھی۔

"مرتین سے مراد بنی اسرائیل میں ہونے والا وہ مرتبہ کا فساد ہے۔ مفسر کے مطابق پہلی دفعہ سے مراد ذکریا کا قتل' جبکہ دوسری دفعہ سے عیسیٰ کے قتل کی سازش مراد ہے۔"

اس نے کھلے دروازے سے اندر گردن کی۔ سامنے بے پلیٹ فارم پہ کرسی پہ وہ بیٹھی اپنے آگے میز پہ کتاب کھولے منہمک سی پڑھا رہی تھی۔ اس کے سامنے قطار در قطار لڑکیاں کرسیوں پہ بیٹھی تھیں۔ عنابی اسکارف میں لپٹے بہت سے جھکے سر اور تیزی سے چلتے قلم۔ وہ واپس پلٹ گئی۔

برآمدے میں ریسپشن ڈیسک کے سامنے دیوار سے لگے کاؤچ پہ بیٹھ کر وقت کاٹنا اسے بہت لگا' سو تھوڑی دیر وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھی' پاؤں جھلاتی جیو فلم چباتے ہوئے تنقیدی نگاہوں سے اردگرد گزرتی لڑکیوں کا جائزہ لیتی رہی۔

وہاں ایک منظم سی چہل پہل ہمہ وقت ہو رہی تھی۔ وہ جیسے کوئی اور ہی دنیا تھی۔ یونیفارم میں ملبوس ادھر ادھر تیزی سے آتی جاتی لڑکیاں۔ وہاں ہر طرف لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اسٹوڈنٹس کی سفید شلوار قمیص اور اوپر کی رنگ کا اسکارف تھا' جبکہ تمام ٹیچرز اور گائیڈز کے سیاہ عبائے اور سرمئی اسکارف تھے۔

کے عبایا اور اسکارف لینے کا انداز بے حد نفیس تھا۔ بہت پُراعتماد' ایکٹو اور مصروف سی لڑکیاں۔ جیسے وہ الگ سی دنیا وہ لڑکیاں ہی چلا رہی تھیں۔ کچھ تھا اس مسجد میں جو محمل کو کہیں اور نظر نہیں آیا تھا۔

"السلام علیکم۔ اگر آپ بور ہو رہی ہیں تو اس کا مطالعہ کر لیں۔"

"شیور۔" اس نے شانے اچکا کر ریسپشنسٹ کے ہاتھ سے وہ پیپر کتاب لی۔

چند صفحے پلٹتے ہی اسے بے اختیار وہ شام یاد آئی جب آغا جان نے ٹیرس پہ اس سے وہ سیاہ جلد والا مصحف چھینا تھا۔

وہ قرآن کی سادہ ٹرانسلیشن تھی۔

وہ یونہی درمیان سے کھول کر پڑھنے لگی۔

"اور اس نے ہی عیسیٰ کیا اور ماں دار بنایا ہے۔ اور وہی ہے جو شعریٰ (ستارے) کا رب ہے اور یہ شبہ اس نے ہی پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا اور قوم ثمود کو بھی۔ پھر کچھ باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم لوط کو بھی۔ بلاشبہ یہ سب انتہائی ظالم و سرکش لوگ تھے۔ اور اسی نے پلٹا الٹی ہوئی بستیوں کو۔ پھر ان پر چھا گیا جو چھانا تھا۔ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں پہ جھگڑو گے؟ یہ تو تنبیہ ہے پہلی تنبیہات میں سے۔ آنے والی قریب آ گئی۔ اللہ کے علاوہ اس کوئی ظاہر کرنے والا نہیں تو کیا تم اس قرآن سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو' روتے نہیں اور تم کھیل تماشہ کر رہے ہو؟"

"محمل؟ ارے۔۔۔!"

وہ جو ہاتھ کھول کر پڑھتی چلی جا رہی تھی' بری طرح چونکی۔

فرشتے سامنے کھڑی تھی۔

اس نے قرآن بند کیا اور میز پہ رکھ کر کھڑی ہوئی۔

"السلام علیکم۔ کیسی ہو؟" فرشتے اس کے گلے لگ کر الگ ہوئی اور اسے شانوں سے تھام کر مسکرا کر دیکھا۔ وہ محمل سے دو انچ لمبی تھی۔ شفاف سپید چہرہ سرمئی اسکارف میں متین' اور وہ کانچ سی بھوری آنکھیں۔

"ٹھیک۔ آپ کیسی ہیں؟"
"الحمدللہ۔ اتنے دنوں بعد تمہیں دیکھ رہی ہوں' گھر میں سب ٹھیک ہے؟"
"جی۔" اس نے نگاہیں جھکائیں اور بہت سی نمی اپنے اندر اتار لی۔
"چلو کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"آپ کی چیزیں تھیں میرے پاس۔" اس نے شاپر اوپر کیا۔
"میں سمجھی تم میرے لیے کوئی گفٹ لائی ہو۔" وہ ہنسی اور شاپر لے لیا۔ کوئی تکلف نہیں' بہت خالص سا انداز۔ سچا اور خالص۔
"لیکن اگر تم یہ رکھنا چاہو تو۔۔۔"
"نہیں' میں یہ عبایا وغیرہ نہیں لیتی۔"
"تو براہم دین۔ بہت شکریہ۔" وہ خوش دلی سے مسکرائی تو محمل کو اچھا لگا۔
بہت مذہبی لوگ عموماً" اتنے سنجیدہ اور سخت نظر آتے ہیں کہ جیسے ایک وہی ٹھیک مومن ہوں اور باقی سب گناہ گار کافر۔ اسے ایسے لوگوں سے شدید چڑ ہوتی تھی جن کے سامنے اسے لگے کہ یہ مجھے بہت گناہ گار سمجھ رہا ہے۔ مگر فرشتے اور اس کی مسجد کی لڑکیاں اس روایتی امیج سے بہت مختلف تھیں۔
"یہ ان کا ہے۔" اس نے دوسرا شاپر سامنے کیا۔
"ہمایوں کا؟"
"جی۔"
"اچھا' ہمایوں کبھی شہر میں ہوتا ہے' کبھی نہیں۔ میرا اس سے ایز بیچ کونٹیکٹ نہیں رہتا۔ میں بھول بھی جاتی ہوں' بہت۔ اگر تم یہ اس کے چوکیدار کو دے دو تو وہ پہنچا دے گا۔"
"فرشتے! انہوں نے آپ کو اپنی اور فواد بھائی کی ڈیل کے بارے میں بتایا تھا؟"
"ڈیل نہیں' وہ دراصل آغا فواد سے بہت تنگ تھا اور اسے اس کے گینگ کی کسی لڑکی کے ذریعے پکڑنا چاہتا تھا۔"
"وہ گینگ کی لڑکی کی توقع کر رہے تھے تو آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں ان کی کزن ہوں؟"
"تم نے خود بتایا تھا جب ہم پریئر ہال میں تہجد پڑھ رہے تھے۔"
"اوہ!" کئی دن کی الجھن سلجھ گئی۔ "میں تو گینگ کی لڑکی نہیں تھی' پھر انہوں نے فواد بھائی کو کیسے اریسٹ کر لیا؟"
"یہ تو تم ہمایوں سے پوچھنا۔ میری تو عرصے سے اس سے بات نہیں ہوئی۔"
"ٹھیک۔ دو بجنے کو ہیں فرشتے! میں پھر آؤں گی۔" اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس کا ہمایوں سے زیادہ رابطہ نہیں رہتا مگر اسے فواد کے کیس کی ہر بات معلوم تھی۔ عجیب بات تھی۔
"اور میں دعا کروں گی کہ تم بھی ہمارے ساتھ آ کر قرآن پڑھو۔"
"معلوم نہیں۔ شاید میں کچھ عرصے تک انگلینڈ چلی جاؤں۔"
"اوہ۔" فرشتے کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا۔
"آپ کی مسجد میں قرآن پڑھاتے ہیں؟"
"ہاں۔ یہ دراصل ایک اسلامک اسکول ہے۔"
"ہوں' میں چلتی ہوں۔" وہ اسے لان تک چھوڑنے آئی۔
"تمہیں کبھی کسی نے اس کتاب کی طرف نہیں بلایا محمل؟" جاتے جاتے اس نے پوچھا تو اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔
یادوں کے پردے پہ ایک سیاہ فام چہرہ لہرایا تھا۔
"بلایا تھا' مگر میں نے دل کا انتخاب کیا اور میں خوش تھی۔ اس نے کہا تھا یہ کتاب سحر کر دیتی ہے' اور مجھے مسحور ہونے سے ڈر لگتا ہے۔"
"کتاب سحر نہیں کرتی' پڑھنے والا خود کو سحر زدہ محسوس کرتا ہے۔"
"ان دونوں میں کیا فرق ہے؟"
"بہت ہے۔ لفظوں کو الگ الگ پرکھنا سیکھو' ورنہ زندگی کی سمجھ نہیں آئے گی۔"
فرشتے چلی گئی اور وہ شاپر اٹھائے خود کو گھسیٹتی باہر

نکلی۔

ساتھ والے کھلے گیٹ میں اندر جاتی گاڑی لمحے بھر کو رکی۔ شیشہ نیچے ہوا۔ سر پہ کیپ اور وہ چہرہ چہرے پہ ڈارک گلاسز لگائے اس نے اسے دیکھا تھا جو گیٹ کے سامنے کھڑی آنکھیں سکوڑے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ چوکیدار کو کچھ کہہ کر گاڑی زن سے اندر لے گیا۔

چوکیدار بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"صاحب کہہ رہا ہے' آپ کو اندر ڈرائنگ روم میں بٹھائے' وہ آتا ہے۔"

"تمہارے صاحب نے سوچا بھی کیسے کہ میں اس سے ملنے آئی ہوں۔ مائی فٹ۔ یہ پکڑو' اور اپنے صاحب کے منہ پہ مارنا۔" غصے سے اس کی آواز بلند ہونے لگی۔ سارا آپا دھاپی شخص کا تھا' اسے اس پہ بے طرح غصہ آیا تھا۔ اس نے شاپر اسے تھمایا۔

اسی پل وہ کیپ ہاتھ میں لیے تیزی سے چلتا ان تک آیا۔

"خان! گیٹ بند کرو اور جمال سے کہو' چائے پانی کا بندوبست کرے' مہمان ہیں اور آپ' پلیز اندر آجائیں۔" شائستہ و ہموار لہجہ' وہ قطعاً "مختلف" لگ رہا تھا۔

"مجھے اندر آنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

"لیکن آغا داؤد کے باہر آنے کی خبر سننے کا تو ہوگا۔" اور وہ متذبذب سی سوچتی رہ گئی تو ہمایوں نے مسکرا کر سر جھکتے راستہ چھوڑ دیا۔

دن کی روشنی میں اس کا لاؤنج اتنا ہی نفیس تھا جتنا اس رات لگا تھا۔

لوئی دیوار گیر کھڑکیوں کے ہلکے سی گرین پردے نفاست سے بندھے تھے' سنہری روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ کونوں میں بڑے بڑے مغلیہ طرز کے سنہری گملوں میں لگے پودے بہت ترو تازہ لگ رہے تھے۔

"بیٹھیے۔" وہ ہاتھ سے اشارہ کرتا سامنے صوفے پہ بیٹھا۔ اس کے چہرے پہ کھڑکی سے روشنی سیدھی پڑ رہی تھی۔

"تھینک یو۔" وہ ذرا تکلف سے بیٹھی۔ اس کا صوفہ اندھیرے میں تھا۔ ہمایوں کو اس کا وجود بھی اسی تاریکی کا حصہ لگا تھا۔

"آپ نے جو بھی کہنا ہے' ذرا جلدی کہیے۔"

"ڈر گئی ہیں؟" وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے ٹیک لگائے محظوظ سا مسکرایا۔

"میں ڈرتی نہیں ہوں' بلکہ آپ کو بے حد ناقابل اعتبار سمجھتی ہوں۔"

"شوق سے سمجھیں' مگر میں نے آپ کو اغوا نہیں کیا۔ آپ کورٹ میں میرے خلاف بیان نہیں دے سکتیں۔"

"آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ کے خلاف بیان دے رہی ہوں؟"

"آپ کے تایا نے۔"

محمل نے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ بات کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی تھی۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کورٹ میں یہ بیان دیں گی کہ میں نے آپ کو حبس بے جا میں رکھا اور یقیناً" وہ آپ پر اس کے لیے دباؤ ڈالیں گے۔"

"آپ کو کیوں لگا کہ انہیں مجھ پر دباؤ ڈالنا پڑے گا؟" وہ اب مطمئن سی ٹانگ پہ ٹانگ رکھے' پاؤں ہلا رہی تھی۔ انداز میں ہلکا سا طنز تھا۔ ہمایوں ذرا چونک کر سیدھا ہوا۔

"کیا مطلب؟"

"حبس بے جا میں تو آپ نے مجھے رکھا تھا اے ایس پی صاحب۔"

"مس محمل ابراہیم! اتنی آسانی سے اتنے بڑے بیان نہیں دیے جا سکتے۔ حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ میں بے قصور ہوں۔"

"بے قصور؟ اگر آپ مجھے گھر جانے دیتے تو میں یوں بدنام نہ ہوتی۔"

"پہلے آپ بے ہوش ہوئیں' حالانکہ اس وقت آپ ایک اے ایس پی کی تحویل میں تھیں' ہمایوں

داؤد کی نہیں۔ اگر آپ مسجد کی چھت نہ پھلانگتیں تو میں آپ کا بیان لے کر رات میں ہی آپ کو اکیلے گھر چھوڑ آتا۔"

"مجھے کمرے میں بند کرتے وقت تو آپ نے کسی بیان کا ذکر نہیں کیا تھا۔"

"مجھے قانون مت سکھائیں۔ وہ میرا تفتیش کا طریقہ تھا۔"

"اور آپ کے اس طریقے میں بھلے کوئی بدنام ہو جائے؟"

"تو ہو جائے' مجھے پروا نہیں۔"

"آپ۔۔۔" اس کا دل چاہا' وہ گملے اس کے سر پہ پھوڑ دے۔

"میم! اس وقت آپ کو آپ کے گھر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ ہم داؤد کو ڈھیل دے رہے تھے۔ میں جانتا تھا' آپ مسجد گئی ہیں اور مجھ سے پہلے مسجد کے دروازے نہیں کھلنے' سو جیسے ہی اذان سنتے ہی آپ کو لینے آیا تھا۔"

"مجھے آپ کی کہانی نہیں سننی۔" وہ پیر پٹختی اٹھی۔ وہ ابھی تک باورچی میں تھی جس سے اس کے چہرے کے نقوش مدھم پڑ گئے تھے۔

"نہ سنیں۔ مگر میرا کارڈ رکھ لیں۔ ہو سکتا ہے آپ کو میری مدد کی ضرورت پڑے۔" اس نے ایک کارڈ اس کے ہاتھ میں گویا زبردستی رکھنا چاہا۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے۔" اس نے پکڑ تو لیا' مگر جتانا بھولی اور پھر اسی طرح کارڈ پکڑے باہر نکل گئی۔ وہ لاؤنج میں تنہا کھڑا رہ گیا۔ کھڑکی سے چھن کر آتی روشنی ابھی تک اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

لاؤنج میں سب بڑے موجود تھے۔ وہ سر جھکائے' کارڈ کو احتیاط سے پاکٹ میں چھپا کر اپنے کمرے کی طرف چلنے لگی۔

"محمل!" غفران چچا نے قدرے رعب سے پکارا۔ آغا جان نے تو اسے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا تھا۔ وہ اس دن سے اس سے مخاطب نہیں ہوئے تھے۔

"جی؟" وہ ناگواری سے رکی۔

"کدھر سے آ رہی ہو؟"

"پرچہ کٹوانے گئی تھی تھانے!"

"واٹ؟" غفران چچا غضب ناک سے اس کی طرف بڑھے۔

"جی آپ کے فواد آغا کے خلاف پرچہ کٹوانے گئی تھی۔ کیوں؟ نہیں کٹوا سکتی؟" وہ ان کے بالکل سامنے کھڑی بلند آواز میں لاپروائی سے بولی تھی "اور مجھ سے آئندہ سوال جواب مت کیجیے گا' میں جدھر بھی جاؤں میری مرضی۔ آپ لوگ ہوتے کون ہیں مجھ سے۔۔۔"

چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس کے منہ پہ تھپڑ لگا تھا۔

وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی اور چہرے پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے غفران چچا کو دیکھا۔

"پرچہ کٹواؤ گی تم؟ ہاں؟" انہوں نے اس کو بالوں سے پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا۔

"ہاں ہاں کٹواؤں گی۔ مجھے نہیں روک سکتے آپ لوگ۔" وہ حلق پھاڑ کر چلائی تھی۔

دوسرے ہی لمحے اسد چچا اٹھے اور پھر ان دونوں بھائیوں نے کچھ نہ دیکھا۔ تابڑ توڑ اس پہ گھونسوں کی یلغار۔۔۔ پہ در پہ کردی۔

آغا جان بڑے صوفے پہ خاموشی سے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھے اسے پٹتے دیکھ رہے تھے۔ تائی مہتاب' ناعمہ اور فضہ بھی قریب ہی بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔ سامیہ کچن کے کھلے دروازے میں کھڑی تھی۔ اوپر سیڑھیوں سے ندا جھانک رہی تھی۔

وہ اسے بری طرح گالیاں بکتے مارتے چلے گئے۔ وہ صوفے پہ بے حال سی گری چیخ چیخ کر رو رہی تھی' مگر ان دونوں نے اسے نہیں چھوڑا۔

"بول' کٹوائے گی پرچا؟" وہ دونوں بار بار یہی پوچھتے' یہاں تک کہ نڈھال سی محمل میں جواب دینے کی سکت نہ رہی تو انہوں نے ہاتھ روک لیا۔ صوفے کو ایک ٹھوکر مار کر غفران چچا باہر نکل گئے۔

"امی' امی۔" وہ صوفے پہ گری منہ پہ بازو رکھے گھٹی گھٹی سسکیوں سے رو رہی تھی۔ مسرت ادھر

کہیں بھی نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ سب بڑے ایک ایک کر کے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ سیڑھیوں سے لگی تماشا دیکھتی لڑکیاں بھی اپنے کمروں کو ہو لیں۔

"مر جاؤ تم سب اللہ کرے تمہارے سب کے بچے مر جائیں' پھنت کرے تم لوگوں پہ۔۔۔ گردن کاٹ دوں میں تمہارے بچوں کی۔۔۔" وہ ہچکیوں سے روتی گھٹ گھٹ کر بددعائیں دیے جا رہی تھی۔

کتنی ہی دیر بعد لاؤنج کا دروازہ کھلا اور دن بھر کا تھکا ہارا حسن اندر داخل ہوا۔ کوٹ بازو پہ ڈالے' ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ "ممی' ممی" پکارتا ذرا آگے آیا تو ایک دم ساکت رہ گیا۔

کارپٹ پہ بکھرے کشن اور ایک صوفہ جیسے ٹھوکر مار کر جگہ سے ہٹایا گیا تھا۔ اس پہ عجیب طرح سے گری محمل۔۔۔ بکھرے بال' چہرے پہ نیل۔ بازوؤں پہ سرخ نشان۔ وہ بازوؤں سے آدھا چہرہ چھپائے سسکیوں سے رو رہی تھی۔

وہ متحیر سا چند قدم آگے گیا۔

"محمل!" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کس نے۔۔۔ کس نے کیا ہے یہ سب؟"

"مر جاؤ تم!" ایک دم بازو ہٹا کر اس نے حسن کو دیکھا اور پھر چلائی تھی۔ "خدا کرے تم سب مر جاؤ' تیموں پہ ظلم کرتے ہو' خدا کرے تمہارے بچے مر جائیں۔ سب کے۔"

"محمل! مجھے بتاؤ' یہ کس نے کیا ہے میں۔"

"مر جاؤ تم سب۔" وہ پوری قوت سے چلائی' پھر یکدم بلک کر رو دی اور اٹھ کر لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

رات کے تیسرے پہر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ مدھم سی چرچراہٹ سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ لاؤنج سنسان اور تاریکی میں ڈوبا تھا۔

وہ دبکتے قدم کو زبردستی گھسیٹتی ٹی وی تک آئی۔ ساتھ ہی فون اسٹینڈ رکھا تھا۔ اس نے کارڈ لیس نکالا اور ادھر ادھر احتیاط سے دیکھتی واپس آئی۔

مسرت آج گھر پہ نہ تھیں۔ صبح جب وہ مسجد جانے کے لیے نکلی تھی تو مسرت گھر پہ ہی تھیں مگر شاید اس کے جاتے ہی ان کو کہیں بھیج دیا گیا تھا۔ غالباً رضیہ پھپھو کے گھر۔

وہ دروازے کی کنڈی لگا کر بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ لائٹ آن کر رکھی تھی۔ سامنے دیوار پہ آئینہ لگا تھا۔ اسے اپنا عکس سامنے ہی دکھائی دے رہا تھا۔

لمبے بال چہرے کے اطراف میں گرے' سوجے ہونٹ۔ ماتھے اور گال پہ سرخ سے نشان جو نیلے پڑ رہے تھے۔ اس نے بے اختیار بال کانوں کے پیچھے اڑسے۔

وہ کارڈ ابھی تک اس کی جینز کی جیب میں تھا۔ اس نے مزاحتاً سادہ کارڈ نکالا اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔

پہلی گھنٹی پوری بھی نہ گئی تھی کہ چوکنی سی "ہیلو" سنائی دی۔

"اے۔۔۔ اے ایس پی صاحب؟" اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"کون؟" وہ چونکا تھا۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ محمل۔" اسے اپنا گھمنڈی انداز یاد کر کے رونا آیا۔

"محمل؟ کدھر ہو تم؟ خیریت ہے؟"

وہ چپ رہی۔ آنسو اس کے چہرے پہ لڑھکتے گئے۔

"محمل۔۔۔ بولو۔"

"مجھے' مجھے انہوں نے ٹارچر کیا ہے۔ مارا ہے۔"

"اوہ۔" وہ چپ ہو گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "اب کیسی ہو؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" وہ رونے لگی تھی۔ "مجھے بتائیں نا' وہ بھائی جیل میں ہیں؟"

"ہے تو سہی مگر شاید جلد ہی اس کی ضمانت ہو جائے۔ وہ لوگ عنقریب تمہیں میرے خلاف گواہی دینے پہ اکسائیں گے۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"مان جاؤ۔"

"کیا؟" اس نے بے یقینی سے فون کو دیکھا۔ عجیب سرپھرا شخص تھا۔

"تم جھوٹا وعدہ کر لو کہ تم میرے خلاف بیان دو گی' ورنہ یہ تمہیں کورٹ میں نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"اور کورٹ میں جا کر مکر جاؤں؟"

"ہاں' وہاں سب سچ بتا دینا۔"

"اور وہ اس دھوکے پہ میرا کیا حشر کریں گے' آپ کو اندازہ ہے؟"

"تم اس کی پروا نہ۔"

"آپ سب مجھے اپنے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں' آپ کو مجھ سے کوئی سچی ہمدردی نہیں ہے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی' پھر ہمایوں نے ٹھک سے فون بند کر دیا۔

وہ دکھی سی فون ہاتھ میں لیے بیٹھی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

مسرت اگلی صبح ہی آ گئی تھیں۔ انہوں نے کوئی سوال نہ کیا' کوئی جواب نہ مانگا۔ بس اسے دیکھ کر ایک جامد سی چپ ہونٹوں پہ لگ گئی۔ بہت دیر بعد آہستہ سے بولیں تو بس اتنا کہ۔

"تم فواد کے خلاف ضرور گواہی دو گی۔ انہوں نے میری بیٹی کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" اور پھر چپ چاپ کام میں لگ گئیں۔

پورے گھر کا اس سے سوشل بائیکاٹ تھا۔ وہ کمرے میں کھانا کھاتی اور سارا دن اندر ہی بیٹھی رہتی۔ باہر نہ نکلتی۔ اگر نکلتی بھی تو کوئی اس سے بات نہ کرتا۔

اس روز بہت سوچ کر وہ فرشتے سے ملنے مسجد چلی آئی۔

کالونی کی سڑک گھنے درختوں کی باڑ سے ڈھکی تھی۔ درختوں نے سارے پہ ٹھنڈی چھایا کر رکھی تھی۔ آہنی گیٹ کے سامنے رک کر اس نے گردن اوپر اٹھائی۔

سفید اونچے ستونوں والی وہ عالیشان عمارت اپنے اذلی وقار و تمکنت کے ساتھ کھڑی تھی۔ برابر میں سبز بیلوں سے ڈھکا بنگلہ تھا جس کی بیرونی دیوار کے ساتھ ایک خالی سنگی بنچ نصب تھا۔ محمل جب بھی ادھر آتی' وہ بنچ ویران نظر آتا۔ ایسے بے اختیار بس اسٹاپ کا بنچ اور وہ سیاہ فام لڑکی یاد آئی تھی۔ نہ جانے کیوں۔

سفید سنگ مرمر کی کشش چمکتی دیواریاں آج بھی ویسی ہی پُرسکون تھیں جیسی وہ ان کو چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ ادھر ادھر کا منظر کے کھلے دروازوں میں جھانکتی آگے بڑھتی گئی۔

"باب دجال مدینہ طیبہ میں نہ آ سکے گا۔"

آخری کھلے دروازے سے اسے فرشتے کی آواز سنائی دی۔ اس نے ذرا سا جھانکا۔

وہ کتاب ہاتھ میں لیے منہمک سی پڑھا رہی تھی۔ سیاہ عبایا کے اوپر سرمئی اسکارف میں اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اور وہ سنہری چمک دار کرسٹل کی سی آنکھیں۔۔۔ اس نے کہیں دیکھ رکھی تھیں۔۔۔ مگر کہاں؟

وہ اپنا ہی سوچوں میں گم' کھڑی دروازے کی اوٹ میں کھڑی تھی جب فرشتے باہر آئی۔

"ارے محمل' السلام علیکم۔"

اور اسے دیکھ کر خود وہ بھی بہت خوش ہوئی تھی۔

"تم کیسی ہو محمل؟ آؤ بلکہ یوں کرو' میرے ساتھ اندر آفس میں چلتے ہیں۔" فرشتے نے اس کا ہاتھ ہولے سے تھاما اور پھر اسے تھامے ہی اسے مختلف راہداریوں سے گزارتی اپنے آفس تک لائی۔

"اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟"

"پتا نہیں۔" اس نے بیٹھتے ہوئے میز کی سطح میں اپنا عکس دیکھا۔ بھوری اونچی پونی ٹیل سے نکلتی لاپروا لٹیں' آنکھوں تلے گہرے حلقے' ماتھے اور گال پہ گہرے نیل اور ہونٹوں کے سوجے کنارے۔

یکدم روشنی اس کے چہرے پہ پڑی تو اس نے آنکھیں چندھیا کر چہرہ پیچھے کیا۔ فرشتے اپنی کرسی کی پشت پہ کھڑکی کے بلائنڈز کھول رہی تھی۔

"ہمایوں نے بتایا تھا تم نے اسے کال کی تھی؟"

وہ ذرا سی چونکی۔ ہمایوں ہر بات کیوں اسے بتاتا تھا؟

اسے یہ نہیں بتانا چاہیے تھا۔

"ہمایوں کو تمہاری بہت فکر تھی۔" وہ واپس کرسی پہ آبیٹھی تھی۔

"انہیں میری نہیں' اپنی فکر ہے۔ بہت خود غرض ہیں آپ کے کزن۔"

"جانے دو۔" وہ نرمی سے مسکرائی۔ "کسی کے پیچھے اس کا برا ذکر نہیں کرتے۔"

"جو بھی ہے۔" اس نے شانے اچکائے۔ یقیناً" وہ اپنے کزن کی برائی نہیں سن سکتی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ۔" وہ ذرا کرسی پہ آگے کو ہوئی "آگے پڑھائی کا کیا پروگرام ہے؟"

"ستمبر میں یونیورسٹی جوائن کرنی ہے۔"

"تو ابھی گرمیوں کی چھٹیوں میں ادھر اسکول آجاؤ' قرآن پڑھنے۔"

"آ۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایکچوئلی۔۔۔ میرے پاس قرآن ہے ترجمے والا۔ گھر میں پڑھ لوں گی۔"

"بی ایس سی میں کون سا سبجیکٹ تھا؟"

"میتھس۔"

"کس سے پڑھا تھا؟"

"کالج میں پروفیسر سے اور شام میں ایک باجی کے پاس ٹیوشن لینے جاتی تھی۔"

"میتھس کی بک تھی تو سہی تمہارے پاس' پھر دو دو جگہ سے کیوں پڑھا؟ گھر بیٹھ کر پڑھ لیتیں۔"

"گھر میں خود سے کیسے پڑھا جاتا ہے اور۔۔۔" پھر رک گئی' اور جیسے سمجھ کر گہری سانس لی۔ "قرآن اور نصابی کتابوں میں فرق ہوتا ہے۔"

"اسی لیے ہم چار سال کی عمر سے گھنٹوں نصاب کو پڑھتے رہتے ہیں' اور قرآن کو بڑھاپے کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں۔"

"مگر قرآن کو اللہ نے آسان بنا کر اتارا ہے تاکہ ہر کوئی سمجھ سکے۔ میتھس ٹیچر کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔"

"قرآن آجاتا ہے؟"

"ہاں' کیوں نہیں۔"

فرشتے نے گہری سانس لی' اور جھک کر دراز سے ایک سیاہ جلد والی دبیز کتاب نکالی۔

"یہ انجیل مقدس کا ایک قدیم حصہ ہے۔ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی پیش گوئی ہے۔ کافی دلچسپ ہے یہ پڑھو۔" اس نے ایک صفحہ کھول کر اس کے سامنے کیا۔ محمل نے کتاب اپنی جانب کھسکائی۔

"اس کی امت کی اناجیل ان کے سینوں میں ہوں گی۔" وہ بے اختیار رکی۔ "اناجیل؟" اس نے پوچھا۔

"انجیل کی جمع۔ مراد ہے قرآن مجید۔ یہ یہاں سے پڑھو۔" فرشتے نے ایک جگہ انگلی رکھی۔ مخروطی سپید انگلی جس کا گلابی ناخن نفاست سے تراشیدہ تھا۔ اس نے انگلی میں زمرد جڑی چاندی کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔

"اوہ اچھا۔" وہ ادھر سے پڑھنے لگی۔

"وہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا' نہ بے ہودہ گو۔ نام احمد ہوگا۔ ولادت مکہ' ہجرت طیبہ اور ملک شام ہوگا۔ وہ آفتاب کے سایوں پہ نظر رکھنے والا ہوگا۔ اس کے اذان دینے والے کی پکار دور تک سنی جائے گی۔" وہ رک کر' جیسے الجھ کر پھر شروع سے دیکھنے لگی۔

"ملک شام ہوگا؟"

"بعد میں مسلمانوں کی حکومت شام تک پھیل گئی تھی' اسی طرف اشارہ ہے۔"

"اور آفتاب کے سایوں پہ نظر رکھنا۔۔۔؟"

"نمازوں کے اوقات کے لیے۔"

"اور اذان دینے والا۔۔۔؟"

"بلال۔" فرشتے جواب دیتے ہوئے مسکرائی۔ "گھر بیٹھ کر پڑھو گی تو یہ سوال کس سے پوچھو گی؟"

"قرآن کی تفاسیر بھی تو پڑھ سکتے ہیں۔"

"علم پڑھنے سے نہیں سمجھنے سے آتا ہے۔"

"آخر گھر بیٹھ کر پڑھنے میں کیا ہے؟"

"موسیٰ کو خضر کے پاس جانا پڑتا ہے میری جان' خضر موسیٰ کے پاس نہیں آتے۔ اچھی کوالٹی کے علم کے لیے اتنا ہی سفر کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ۔۔۔ آپ کی ساری بات ٹھیک ہے مگر مگر

میری بات بھی ٹھیک ہے۔"

"مذبذبین بین ذالک' لا الی ھولاء ولا الی ھولاء۔" فرشتے پین کو انگلیوں کے درمیان گھماتی مسکرا کر گہری سانس لے کر بولی۔ "وہ ان کے درمیان تذبذب میں ہیں' نہ ادھر کے ہیں' نہ ادھر کے ہیں۔"

"آپ نے عربی میں کچھ کہا نا' اب عام بندے کو عربی کہاں سمجھ میں آتی ہے؟ قرآن اردو میں کیوں نہیں اترا؟"

"اچھا سوال ہے۔" وہ اپنی نشست سے اٹھی اور سامنے کتابوں کے ریک کی طرف گئی۔ پھر سیدھی کھڑی کتابوں کی جلدوں پہ انگلی گزارتی کسی کتاب کو تلاش کرنے لگی۔

"تو تمہارا نقطہ یہ ہے کہ صرف خالی محاورتاً" ترجمہ دیکھ کر قرآن پڑھنا بھی کافی ہے۔" اس نے ایک کتاب پہ انگلی روکی اور اسے کھینچ کر باہر نکالا۔

"یہ سورۃ بنی اسرائیل میں ابلیس کے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے کا قصہ ہے۔ یہاں ابلیس نے اولاد آدم کے لیے کیا لفظ استعمال کیا۔ یہ پڑھو۔" اس نے بڑا سا ترجمے والا قرآن اس کے سامنے کھول کر رکھا' اور اپنی زمرد جڑی انگوٹھی والی انگلی ایک لفظ پہ رکھی۔ محمل بے اختیار قرآن پہ جھکی۔

"لاحتنکن' البتہ میں ضرور قابو کروں گا۔" اس نے لفظ اور ترجمہ دونوں پڑھے۔

"رائٹ۔ اگر البتہ میں اور ضرور کے ضمائر کو نکال دو تو تین حرفی لفظ رہ جاتا ہے۔ ح ن ک یعنی حنک' حنک کے تین معانی ہوتے ہیں۔ کسی چیز کو خوب باریکی میں سمجھنا' ٹڈیوں کا کھیت کا صفایا کرنا اور گھوڑے کے جبڑوں کے درمیان سے لگام گزار کر گھوڑے کو قابو کرنا اردو میں بس اتنا لکھا ہے قابو کرنا۔ جسے انگریزی میں کنٹرول کہتے ہیں۔ جبکہ عربی کی وسعت ہمیں بتاتی ہے کہ شیطان کس طرح ہماری نفسیات سمجھ کر' ہمارے ایمان کا صفایا کر کے ہمیں لگام ڈالتا ہے اور وہ لگام عموماً" منہ کے راستے سے ڈالی جاتی ہے اور قرآن اسی لیے عربی میں اترا اور۔۔۔ تم

میری بات سے بور ہو رہی ہو۔ چلو جانے دو۔ ابھی تمہارے پاس ٹائم ہے' اس لیے کہہ رہی تھی' ورنہ بعد میں دنیاوی تعلیم میں کھو کر تمہیں اس کا وقت نہیں ملے گا۔"

"یعنی آپ بھی ٹیپکل مولویوں کی طرح دنیاوی تعلیم کو گناہ سمجھتی ہیں؟"

"میں دنیاوی تعلیم میں کھو کر مادہ پرست بننے کو گناہ سمجھتی ہوں۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔" وہ بیگ کندھے پہ ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے' گھر میں سب پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

"پریشان و ریشان کوئی نہیں ہوتا' یتیموں کی پروا کسی کو نہیں ہوتی۔"

"کون یتیم؟"

"میں' میرے ابا نہیں ہیں۔"

"عمر کیا ہے تمہاری؟"

"بیس سال۔"

"پھر تو تم یتیم نہیں ہو۔ یتیم تو اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ بلوغت کے بعد کوئی یتیمی نہیں ہوتی۔ اپنی اس خود ترسی کو اپنے اندر سے نکال دو محمل!"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" محمل بے یقینی سے پیچھے ہٹی اور چند لمحے اسے یونہی بے اعتماد نگاہوں سے دیکھ کر' بنا کچھ کہے تیزی سے باہر بھاگ گئی۔

فرشتے کی بات نے ایک دم اسے بہت ڈسٹرب کر دیا تھا۔

"بھاڑ میں گئی ڈکشنری' میں یتیم ہوں!" وہ تیزی سے راہداری عبور کر کے برآمدے میں آئی۔ آگے نکل ہی نہ پائی تھی کہ ریسپشنسٹ نے روک دیا۔

"السلام علیکم۔ یہ آپ کا ایڈمیشن فارم فرشتے باجی نے کہا تھا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے۔"

"اف!" وہ گہری سانس بھر کر ڈیسک کے قریب آئی۔ "دکھائیے۔"

"بس دیکھ کر واپس کر دوں گی مجھے مولوی نہیں بننا' ماسٹرز کرنا ہے۔" اس نے سوچا۔

"نیا پیچ کون سا ہے؟" وہ اب پراسپیکٹس کے صفحے پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

"تعلم الکتاب۔ پرسوں پہلی کلاس ہے۔"

"میں فرشتے کو صاف انکار کر دوں گی' بھلے وہ برا منائے۔ بس پورا دیکھ کر واپس کر دوں گی۔" وہ سوچ رہی تھی۔

"اور یہ فارم فل کر کے کدھر دینا ہے؟"

"اس ایڈریس پہ۔"

"اور فیس؟"

"ہم کی فیس نہیں ہوتی۔"

"پھر بھی' کچھ چارجز تو ہوں گے۔"

"ہم قرآن پڑھانے کے چارجز نہیں لیتے۔"

"تو نہ لیں' مجھے کون سا ادھر داخلہ لینا ہے۔ میں تو پورا دن اسکارف لپیٹ کر قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ آئی ایم سوری فرشتے' مگر میں یہ نہیں کروں گی۔" اس نے خود کلامی کی تھی۔

مگر دس منٹ بعد وہ فارم فل کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ بیگ کو اسٹریپ سے تھامے' ہاتھ گرائے یوں تھکے تھکے قدموں سے چل رہی تھی کہ بیگ لگتا ہوا زمین کو چھو رہا تھا۔ کالونی کے گھنے درخت خاموشی سے تھکے کھڑے تھے۔ وہ آہستہ سے بنچ پہ جا بیٹھی جو آج بھی اداس تھا۔ وہ فارم جمع کرا کے فرشتے سے ملے بغیر وہاں سے نکلی تھی' ابھی تک وہی سوچ رہی تھی تب ہی کسی کے دور سے دوڑتے قدم اس کے قریب سست پڑے۔

"کیسی ہو؟" کوئی اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

اس نے ہولے سے سر اٹھایا۔

ہمایوں بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سیاہ ٹراؤزر پہ رف سی سفید شرٹ پہنے' ماتھے کے گیلے بال اور چہرے پہ نمی' پھولی سانس جیسے تیز جاگنگ کرتا ادھر آیا تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے آپ کو؟"

"فرق تو پڑتا ہے۔ تمہیں یوں دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ تم میرے خلاف کورٹ میں پیش ہونے کے لیے تیار ہو گئی ہو۔"

"ہونا پڑے گا' مگر اب کیا کروں۔"

"کچھ نہ کرو۔" وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ محمل چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ جو سامنے گھنے درختوں کی باڑ کو دیکھ رہا تھا۔ "جب تک تم عدالت میں جاؤ گی' ہمارا پھندا قواد کی گردن کے گرد مزید تنگ ہو چکا ہو گا۔ بس ابھی ان کی بات مان جاؤ' اور کورٹ میں سچ بول دینا۔"

"استعمال کر لیں سب مجھے اپنے اپنے مقاصد کے لیے۔" وہ دکھ سے سر جھٹکتی اٹھی اور زمین پہ گرا بیگ اسٹریپ سے اٹھایا۔

"کمزور ہو گئی ہو بہت' اپنا خیال رکھا کرو۔"

"آپ کی فکر میں بھی غرض پوشیدہ ہے۔ کاش میں آپ کے خلاف بیان دے سکوں۔" وہ تیز تیز قدموں سے سڑک پہ آگے بڑھ گئی۔

وہ شانے اچکا کر گیٹ کی طرف آیا۔ گیٹ بند کرتے ہوئے اس نے لمحہ بھر کو گردن موڑ کر اسے دیکھا ضرور تھا جو سر جھکائے تیز تیز سڑک کے کنارے چلتی جا رہی تھی۔ اس کی بھوری اونچی پونی ٹیل گردن پہ برابر جھول رہی تھی۔

ہمایوں پلٹ کر ڈرائیو وے پہ جاگنگ کی طرح بھاگتا ہوا اندر بڑھ گیا۔

درختوں کی باڑ اور پتھر کا بنچ پھر سے ویران ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

"ہیلو!"

وہ بیڈ سے ٹیک لگائے' گھٹنوں پہ پراسپیکٹس رکھے سرسری سا پڑھ رہی تھی جب دروازہ کھلا۔ آواز پہ محمل نے سر اٹھایا۔

چوکھٹ میں آرزو کھڑی تھی۔ ریڈ ٹراؤزرز کے اوپر سلیولیس سفید شرٹ' یہ اس کا مخصوص ایکسرسائز کا

لباس تھا۔ کٹے ہوئے بال شانوں تک آتے تھے۔ پتلی کمان کی طرح بھنویں اٹھائے وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسی ہو؟" انداز دوستانہ تھا۔ محمل بمشکل سنبھل پائی۔

"ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟" وہ سیدھی ہو بیٹھی اور پراسپیکٹس نامحسوس انداز سے ایک طرف کھسکا دیا۔

"فٹ!" وہ بے تکلفی سے اس کے بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔ اندر آتے ہوئے اس نے دروازہ پورا بند کر دیا تھا۔ محمل بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی "جو عادتاً" بالوں میں انگلیاں چلاتی اپنی پتلی بھنوؤں کو سکیڑے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کتنا چھوٹا کمرہ ہے تمہارا محمل؟ ایٹ لیسٹ آغا جان کو تمہیں پرائیویٹ روم دینا چاہیے تھا۔ بعض دفعہ آغا جان بہت زیادتی کر جاتے ہیں ہے نا؟" اس نے رائے مانگی۔ محمل نے ایک نظر دروازے کو دیکھا۔ وہ بند تھا۔

"معلوم نہیں۔"

"تم کہو تو میں ابا سے کہہ کر تمہیں بڑا روم دلا دوں؟"

(یہ خیال اتنے سالوں میں تو آپ کو نہیں آیا۔ آج کیوں؟)

"اٹس اوکے۔ میں خوش ہوں۔" اس نے پھر سے بند دروازے کو دیکھا۔ "مجھے آغا جان سے کوئی شکایت نہیں۔"

"خیر' آغا جان کی ہی کیا بات۔ خود فواد نے تمہارے ساتھ کتنی زیادتی کی۔ کم از کم گھر کی عزت کا ہی خیال کیا ہوتا۔"

"آپ کو' آپ کو میرا یقین ہے؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔

"آف کورس۔ فواد کو کون نہیں جانتا اور اب تو یہ لوگ تمہارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔"

"کیسی سازشیں؟" وہ محتاط ہوئی۔

"یہ تم سے اس اے ایس پی کے خلاف بیان دلوائیں گے۔ کیا نام تھا اس کا؟ ہمایوں؟" اس کا انداز بے حد سرسری تھا۔

"ہمایوں داؤد۔" بات کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگی تھی۔

"ہاں اسی کے گھر فواد تمہیں لے گیا تھا نا۔ کدھر رہتا ہے وہ؟" اب آرزو بہت ہی لاپروائی سے کہتی ادھر ادھر زیادہ دیکھ رہی تھی۔

"یہ تو مجھے نہیں پتا آرزو باجی کہ وہ کس کا گھر تھا۔"

"فون نمبر تو ہوگا تمہارے پاس؟"

"جی ہے۔ آپ کو چاہیے؟"

"ہاں بتاؤ!" آرزو یکدم الرٹ سی ہوئی۔ سارا سرسری پن اڑ چھو ہو گیا۔

"ون فائیو پہ کال کر لیں' یہی نمبر ہوتا ہے پولیس والوں کا۔" اس نے مسکراہٹ دبائے پراسپیکٹس پھر سے اٹھا لیا۔

"خیر' رہنے دو۔ مجھے کام ہے' چلتی ہوں۔" آرزو ناگواری سے کہتے ہوئے تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"ان کا بھی کیسا دل ہے' فٹ بال کی طرح فواد اور ہمایوں کے درمیان لڑھکا رہتا ہے۔ ہونہہ۔" اس نے استہزائیہ سر جھٹک کر پھر سے پراسپیکٹس اٹھا لیا۔

☆ ☆ ☆

آج کتنے ہی دنوں بعد وہ خود سے ناشتے کی میز پہ موجود تھی۔ کسی نے اس کو مخاطب نہ کیا' وہ خود بھی خاموشی سے تیز تیز لقمے لے رہی تھی۔ یونیفارم کی سفید شلوار قمیص پہنے اور بے پی پنک اسکارف گردن میں ڈالے' بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے' وہ اپنی پلیٹ پہ جھکی تھی۔

"محمل!" فضہ چچی نے خود ہی اسے مخاطب کر لیا۔ وہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔ "مکمل خواب کر لیا ہے؟"

توس پہ جیم لگاتے حسن نے چونک کر اسے دیکھا' جو سر جھکائے ناشتے میں مگن تھی۔ اونچی بھوری پونی سے

ایک لٹ نکل کر گال کو چھو رہی تھی۔ فضہ کے پکارنے پہ اس نے گردن اٹھائی۔

"نہیں۔ ایک انسٹی ٹیوٹ میں ایڈمیشن لیا ہے۔"

"کیا پڑھتی ہو ادھر؟"

"میں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔" وہ کرسی دھکیلتی اٹھ گئی تھی۔ حسن کی نگاہوں نے دور تک اسے باہر جاتے دیکھا تھا۔

اسکول کی ایک راہداری میں لگے ایک قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اسکارف کو سر پر رکھا اور چہرے کے گرد نفاست سے لپیٹ کر پن لگائی' یوں کہ دبنگ سنہری رنگت والا چہرہ' بے پی پنک ہیضوی ہالے میں مقید ہو گیا۔ اونچی پونی ٹیل کے باعث پیچھے سے اسکارف قدرے اوپر اٹھ گیا۔

"ہیول ٹائس۔" وہ خود کو سراہتی واپس برآمدے تک آئی۔ گھر سے اسکارف لے کر آنا اسے عجیب سا لگ رہا تھا' سو یہیں آکر اس نے اسے سر پر لیا تھا۔

برآمدے سے چوڑی سیڑھیاں نیچے ہال میں جاتی تھیں۔ ساتھ ہی جوتوں کا ریک پڑا تھا۔ اس نے جوتے ریک پہ اتارے اور ننگے پاؤں سنگ مرمر کے ٹھنڈے زینے اترنے لگی۔

وسیع و عریض prayer ہال بھرا ہوا تھا۔ قالین پہ سفید چادریں بچھی تھیں۔ ان پہ بہت سلیقے سے صفوں میں بلیک لگے تھے۔ وہ ڈیسک زمین سے بازو بھر ہی اونچے تھے' جیسے عموماً مدرسوں میں ہوتے ہیں۔ ڈیسکوں کے پیچھے سفید یونیفارم اور بے پی پنک اسکارف سے ڈھکے سروں والی لڑکیاں سفید چادروں پہ دوزانو موڈب سی بیٹھی تھیں۔

محمل نے آہستہ سے آخری سیڑھی پہ پاؤں رکھا۔ وہ ہال کے آخر میں تھی۔ اس کے سامنے ان ساری صفوں میں بیٹھی لڑکیوں کی پشت تھی۔ سامنے اونچے پلیٹ فارم پہ میڈم کی کرسی اور ٹیبل تھی۔ ان کے پیچھے دیوار پہ وہ یلی کرائی تحریر عیاں تھی۔

"قرآن ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ جمع کر رہے ہیں۔"

اسے لگا وہ ان لڑکیوں کی طرح نیچے نہیں بیٹھ سکے گی۔ سو ہال کے آخر میں دیوار سے لگی کرسیوں کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی کتابیں خاصی انٹرسٹنگ تھیں۔ کتاب الطہارۃ' کتاب الزکوٰۃ' کتاب العلم' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الصیام' کتاب الحج وعمرہ۔ چھوٹے چھوٹے کتابچے تھے۔ باقی ایک سپارہ تھا۔ پہلا' سپارہ بہت بڑے سائز کا' ہر صفحے پہ بیچ بیچ پانچ عربی کی سطور تھیں اور ہر دو کے درمیان تین خالی لائنیں تھیں' غالباً نوٹس لینے کے لیے۔ عربی کے ہر لفظ تلے اس کا اردو ترجمہ ایک چوکور خانے میں لکھا تھا' یوں ہر لفظ الگ الگ نظر آتا تھا۔

وہ درس مختلیٹ تھی۔ میڈم مصباح کا لیکچر شروع ہو چکا تھا۔

"سب سے پہلے تو آپ لوگ یہ ذہن میں رکھیں کہ یہاں آپ کو دین پڑھایا جائے گا' مذہب نہیں۔ دین اور مذہب میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دین کو religion کہتے ہیں اور مذہب عقیدے یا اسکول آف تھاٹ کو۔"

ایک بات ذہن میں نقش کر لیں اور گرہ سے باندھ لیں۔ دین میں دلیل صرف قرآن کی آیت یا حدیث صلی اللہ علیہ وسلم سے دی جا سکتی ہے۔"

اب وہ سورۃ فاتحہ سے آغاز کر رہی تھیں۔

"الحمد للہ۔۔۔ عربی کے الفاظ تین یا چار حروف سے بنتے ہیں جنہیں ہم روٹ ورڈ کہتے ہیں۔ الحمد میں "حمد" کا روٹ ورڈ حا میم دال (ح م د) ہے۔ یعنی تعریف' اسی "حمد" سے حامد' حماد' احمد' محمد' حمید' محمود بنتے ہیں۔ حامد' تعریف کرنے والا' احمد تعریف والا' حمید خوب خوب تعریف والا۔۔۔ جب آپ قرآن کو لسٹل ورڈ ڈکشنری پہ پڑھیں گے تو آپ اتنا انجوائے کریں گے کہ بس۔ چلیے "سجدہ" کا روٹ ورڈ "سجد" ہے اس سے مسجد' ساجد' سجدہ بنتا ہے۔"

پڑھانے کا انداز دلچسپ تھا۔ محمل تیزی سے نوٹس لے رہی تھی۔ اس نے بارہا سوچا کہ یہ فیصلہ صحیح تھا یا

غلط مگر اندر سے وہ متذبذب ہی رہی تھی۔

اگلے کچھ روز وہ پڑھائی میں اتنی مصروف رہی کہ فرشتے سے مل ہی نہ سکی۔ تجوید، تفسیر، حدیث کی پڑھائی۔ پڑھائی ٹھیک تھی اور بس ٹھیک ہی تھی۔ کوئی غیر معمولی چیز تو اسے ابھی تک نظر نہ آئی تھی۔ البتہ اپنی رائے صحیح لگی کہ قرآن میں وہی کچھ تھا جو اس نے سوچا تھا۔ نماز کا حکم، زکواۃ دینا، مال خرچ کرنے کی تاکید۔ مومن، کافر، منافق کی تعریف وہی، مدینہ کے منافقوں کا ذکر۔ بھئی اب مسلمان ہیں، اتنا تو پڑھ ہی رکھا تھا۔ ہاں وہ باتیں تو ہرگز نہ تھیں جس کا ذکر وہ سیاہ فام لڑکی کیا کرتی تھی۔

البتہ وہ قرآن کو بہت دھیان سے پڑھتی، الفاظ کے معنی یاد کرنے کی کوشش کرتی، نوٹس لیتی، اور روٹ ورڈز سمجھتی۔ آہستہ آہستہ اسے احساس ہوا کہ وہ کتنا غلط قرآن پڑھتی تھی۔ الفاظ کو مجہول ادا کرتی تھی۔

مثلاً ب (بازیر) بی ہوتا ہے، مگر وہ بازیر (بے) پڑھتی تھی اور یہ ساری امیاں، نانی دادیاں جو ہمیں قرآن سکھاتی ہیں، وہ عموماً غلط تلفظ سے مجہول ہی پڑھتی ہیں۔ س، ص اور ث کا فرق ہی نہیں پتہ چلتا۔ جب ہم زبر زیر کو بہت لمبا کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم قرآن میں ایک حرف کا اضافہ کر رہے ہیں۔ زبر کو کھینچ کر الف کا اضافہ کر رہے ہیں، قرآن میں تحریف کر رہے ہیں۔ معانی بدل رہے ہیں۔ انگریزی کو تو خوب برٹش اور امریکن لہجے میں بولنے کی کوشش کرتے ہیں اور قرآن جس کو عربی لب و لہجے میں پڑھنے کا حکم ہے اور جس میں زبر زیر کو اصل سے زائد کھینچنا بھی حرام درجے کی غلطی شمار ہوتا ہے، اس کے سیکھنے کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔

مسجد میں ایک اور عجب رواج تھا۔ اسے شروع میں تو عجب ہی لگا اور بعد میں اچھا۔ وہاں ہر کسی کو سلام کیا جاتا تھا۔ راہداریوں میں سے گزرتے، سیڑھیوں پہ اترتے چڑھتے، جو بھی لڑکی نظر آتی، اس کو مسکرا کر سلام کیا جاتا۔ بھلے کسی کو آپ جانتے ہیں یا نہیں، مگر سلام فرض تھا۔ کسی کو مخاطب کرنے کے لیے بھی "ایکسکیوزمی" کی جگہ السلام علیکم کہہ کر مخاطب کیا جاتا۔

"ایکسکیوزمی کہہ کر معافی کس غلطی کی مانگیں جو ہوئی ہی نہیں؟ دعا کیوں نہ دیں؟" فرشتے نے بہت پہلے ہنس کر بتایا تھا تو وہ سوچتی رہ گئی تھی۔

ان تمام سوچوں کے برعکس محمل قرآن کو عزت دیتی۔ اس وقت بھی وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی صبح کے نوٹس پڑھ رہی تھی۔ جب دروازہ ہولے سے بجا۔ اس نے حیرت سے سر اٹھایا۔ یہ کھٹکھٹا کر کون آئے گا بھلا اس کے کمرے میں؟

"جی؟" دروازہ ہولے سے کھلا۔ وہ الجھ کر آہستہ آہستہ کھلتے دروازے کو دیکھے گئی۔ یہاں تک کہ وہ پورا کھل گیا اور لمحے بھر کو تو وہ سن سی ہو گئی، پھر جیسے بوکھلا کر نیچے اتری۔

"آ۔ آغا جان۔ آپ؟"

وہ دہلیز میں کھڑے تھے اطراف کا جائزہ لیتے کمر پہ ہاتھ باندھے اندر داخل ہوئے۔

"آپ۔ آپ بیٹھیں آغا جان!" چھوٹا سا کمرہ تھا، وہ انہیں کہاں بٹھاتی۔ جلدی سے سیپارہ اوپر شیلف پہ رکھا اور بیڈ کی چادر ٹھیک کی۔ وہ خاموشی سے بیڈ پہ بیٹھ گئے۔

"ادھر آؤ بیٹا، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

یہ اس واقعہ کے بعد پہلی دفعہ تھا جب وہ اس سے مخاطب ہوئے تھے۔ اور انداز میں خاصی نرمی تھی۔ وہ کسی معمول کی طرح ان کے سامنے آ بیٹھی۔

"جج۔ جی۔"

"محمل!" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھتے آہستہ سے بولے۔ محمل سانس روکے ان کو دیکھے گئی۔

"فواد نے تمہارے ساتھ برا کیا، بہت برا۔ میں تم سے اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں آغا جان پلیز۔" انہوں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ تو وہ موم کی طرح پگھلنے لگی، بے اختیار ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئیں، میں جانتا ہوں، اور اب میں ان کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی؟" وہ کچھ سمجھ نہ پا رہی تھی۔

"میں جائیداد میں سے تمہارا حصہ الگ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم اس کی دیکھ بھال کر سکو۔ ففٹی پرسنٹ کی تم مالک ہو۔ تم وہ حصہ لے لو۔ میں نے وکیل کو پیپرز تیار کرنے کا کہہ دیا ہے۔"

وہ حق دق ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"کیا تم اپنا حصہ لینا چاہتی ہو؟"

"جج۔ جیسے آپ کہیں۔" بعض دفعہ اپنے حقوق کی بات اکیلے میں کہنا آسان ہوتا ہے بہ نسبت اپنے مخالفین کے سامنے۔ وہ اور کچھ کہہ ہی نہ سکی۔ بس یک ٹک انہیں دیکھے گئی جو اس کے سامنے بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھے تھے۔

"میں آج جائیداد کے کاغذ سائن کر دیتا ہوں، مگر تم میری ایک شرط ہے۔ وہ لمحے بھر کو رکے، ان کی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمی تھیں، وہ پلک نہیں جھپک رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے جو دم سادھے ان کی منتظر تھی۔"

"مگر تم فواد کے خلاف نہیں بلکہ اے ایس پی ہمایوں داؤد کے خلاف اغوا کے جرم کا بیان دو گی کورٹ میں۔"

وہ ادھ کھلے لب اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھے گئی۔

"عدالت نے ہمیں تاریخ دے دی ہے۔ اگلے ماہ کی تاریخ میں چاہتا ہوں کہ تم عدالت میں اپنے بیان سے نہ پھرو، تاکہ میں جائیداد کے کاغذ تمہارے حوالے کر دوں۔ جیسے ہی تم کورٹ میں بیان دو گی، میں دستخط کر دوں گا۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ انہیں دیکھنے کے لیے گردن بھی نہ اٹھا سکی۔

"تمہارے پاس وقت ہے، خوب اچھی طرح سوچ لو۔ اور اسے ایک بزنس ڈیلنگ سمجھو۔ یہ تمہیں آئندہ ابراہیم کی بزنس ایمپائر سنبھالنے میں مدد دے گی۔" وہ دروازے کی طرف بڑھے۔

"مجھے منظور ہے۔" وہ تیزی سے بولی، فیصلہ کرنے میں اسے ایک پل لگا تھا۔ "بھاڑ میں گیا ہمایوں، جس بے جا میں تو اس نے بھی مجھے رکھا تھا۔"

انہوں نے ذرا سا مڑ کر فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"تم اچھی بزنس وومن بن سکتی ہو نیک کیئر۔" اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

کیا یوں ہمایوں گرفتار ہو جائے گا؟ اور۔ اور فواد۔ کیا وہ گھر آ جائے گا؟ نہیں۔ مگر جائیداد اپنے مقام کو پا لینے کی خواہش۔ کبھی وہ بھی تائی پہ یونہی حکم چلا سکے۔ سب اس کی عزت کریں۔ اس کے حکم سے گھر میں کام ہوں، اس کی موجودگی ہر جگہ ضروری سمجھی جائے۔ وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

کیا اس نے صحیح کیا؟ کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

صبح آٹھ بجے وہ مسجد کے گیٹ پہ تھی۔ اندر داخل ہونے سے قبل اس نے رک کر بیلوں سے ڈھکے بنگلے کو دیکھا جس کا سنگی بینچ آج بھی ویران پڑا تھا۔

"بابا! تمہارا صاحب ہے؟" کچھ سوچ کر اس نے باوردی گارڈ کو مخاطب کیا۔

"وہ تو شہر سے باہر گیا ہے۔"

"کب آئے گا؟"

"معلوم نہیں۔"

"اچھا۔" اس نے ذرا سی ایڑی اونچی کر کے گیٹ کے پار دیکھا۔ ہمایوں کی گاڑی کھڑی تھی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

مکمل ناول

Pakistan & Pakistanis Forums
FIZZ AHMED
Pakistanis Kosoor.com

نمرہ احمد

مصحف

محمل ابراہیم، آغا ابراہیم اور مسرت بیگم کی خوب صورت اور طرح دار بیٹی ہے۔ بچپن میں ہی آغا ابراہیم کے انتقال کے بعد مایا آغا کریم اور چچاؤں کے رحم و کرم پر ہے۔ مسرت سیدھی سادھی خاتون تھیں۔ اس لیے اپنی سسرال کو گھر اور کاروبار پر قبضہ کرنے سے روک نہیں پائیں۔ جس کا قلق محمل کو ہے۔ گھر والوں خصوصاً تائی مہتاب کا رویہ ماں بیٹی کے ساتھ بے حد ناروا ہے۔ اپنے تعلیمی اخراجات و ضروریات کے لیے محمل ٹیوشن سینٹر میں پڑھاتی ہے۔

آغا ابراہیم کے اس محفل نما گھر میں آغا کریم اور مہتاب تائی، فواد، حنان، وسیم، سدرہ اور مہرین کے ساتھ مقیم ہیں۔ آغا ابراہیم کے جڑواں بھائی آغا غفران اور فضہ۔ چچی کے تین بچے حسن، ندا اور سامیہ ہیں۔ سب سے چھوٹے آغا اسد اور ناعمہ بالائی منزل پر رہائش پذیر ہیں۔ جن کے تین بچے آرزو، معین اور معاذ ہیں جبکہ رضیہ پھپھو کی ایک صاحبزادی فائقہ بھی ہیں۔ خاندان بھر میں تائی مہتاب اور آغا کریم کے فرزند فواد کو خاص مقام حاصل ہے۔ آرزو، فائقہ اور ندا اس کے لیے خاص جذبات رکھتی ہیں۔ محمل کو تائی مہتاب کے خاندان کی اس دکھتی رگ کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ فواد کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسے نظر انداز کرتی ہے تو وہ اس پر چونک جاتا ہے۔ آرزو، سدرہ اور فائقہ کو اس کی خوب صورتی اور ذہانت سے حسد ہے۔

کالج جاتے ہوئے ہر روز اسے ایک پراسرار سیاہ فام لڑکی ملتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ جلد کی کتاب محمل کی توجہ کھینچتی ہے۔ وہ لڑکی محمل کو بتاتی ہے کہ اس کتاب میں ماضی، حال، مستقبل کا احوال ہے۔ اور اس میں حالات اپنے گرفت میں کرنے کا نسخہ ہے۔ محمل اسے سمجھ نہیں پاتی ہے۔ وہ لڑکی محمل سے کہتی ہے کہ ایک دن اسے اس کتاب کی ضرورت ضرور پڑے گی۔

محمل، آغا کریم کو بتاتی ہے کہ بہترین تعلیمی ریکارڈ پر اسے جلد ہی برٹش کونسل کی جانب سے لندن کی اسکالر شپ مل

جائے گی۔ وہ راستہ صاف ہو جانے کی اس نوید پر سکون کا سانس لیتے ہیں۔ ایرونائیکل انجینئر فرقان کا رشتہ سدرہ کے بجائے محمل کے لیے دے دیا جاتا ہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ تائی مہتاب فوراً" انکار کر دیتی ہیں۔ جس پر محمل اور مسرت کو بہت رنج ہوتا ہے۔ فواد اس سے ہمدردی جتاتا ہے اور اسے فیکٹری میں آنرشپ دینے اور جاب کرنے کے لیے آغا جان سے بات کرتا ہے جس پر وہ انکار کر دیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر محمل اس پر سرار لڑکی سے سیاہ جلد والی کتاب لے آتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے قبل ہی تائی مہتاب سب کے ساتھ اسے رنگے ہاتھوں پکڑتی ہیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ محمل سمیت سب رنگ رہ جاتے ہیں۔ تائی مہتاب اپنی بے عزتی پر بے حد تلملائی ہیں۔ محمل غصہ میں آکر سیاہ فام لڑکی کو قرآن شریف واپس کر آتی ہے اور اسے سخت سست بھی سناتی ہے۔ اس ردِ عمل پر وہ لڑکی بجھ سی جاتی ہے۔

آغا فواد سب سے چھپ کر محمل کو فیکٹری لے جانے لگتا ہے اور اسے منع کرتا ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ وہ اسے بیش قیمت ملبوسات بھی دلواتا ہے تاکہ سدرہ کی منگنی پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق نظر آئے۔ محمل اپنی سادگی میں اسے فواد کی محبت سمجھتی ہے۔ حسن، محمل کو فواد کے سائے سے بھی دور رہنے کی تنبیہہ کرتا ہے تو محمل کو برا محسوس ہوتا ہے۔ میریٹ میں ڈنر کا جھانسہ دے کر فواد، محمل کو اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کرتا ہے۔ راستے میں کسی ڈیل کے نہ ہونے پر نقصان کا ڈراما رچا کر محمل کو کلائنٹ کے پاس بھیجتا ہے۔ وہاں جا کر محمل کو آغا فواد کے اصل چہرے کا ادراک ہوتا ہے۔ فواد نے اے ایس پی کے سامنے محمل کو بطور چارہ استعمال کیا تھا اس صورتِ حال پر محمل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ وہ اسے بتاتی ہے کہ آغا فواد اس کا بھائی ہے۔

انسپکٹر ہمایوں، محمل کی آغا فواد سے بات کرواتا ہے تو وہ اسے رات اسی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔ محمل اس دھوکہ دہی پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اس صدمے سے وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وہاں بذریعہ چھت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کوٹھی کے برابر میں مدرسہ ہے۔ جہاں اس کی ملاقات فرشتے نامی لڑکی سے ہوتی ہے جو وہاں دین کی تعلیم دیتی ہے۔ فرشتے جان لیتی ہے کہ محمل اس وقت مشکل میں ہے۔ انسپکٹر ہمایوں اس کا کزن ہے۔ ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر محمل کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر، انسپکٹر ہمایوں کے ساتھ جائے۔ کچھ سوچ کر محمل، فرشتے کی بات مان لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر اس کے ساتھ روایتی سلوک ہوتا اور آغا کریم اور تمام چچا اسے گھر سے نکال دینے کے درپے ہوتے ہیں کہ انسپکٹر ہمایوں کی آمد سب کو چونکا دیتی ہے۔ محمل سب کو بتاتی ہے کہ کس طرح آغا فواد نے دھوکے سے اسے ڈیل کا حصہ بنایا۔ سوائے حسن اور مسرت (ماں) کے سب اسے جھٹلاتے ہیں۔ وہ آغا فواد کی سرگرمیوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ کروا دیتی ہے۔ تائی جان اسے مارنے کو لپکتی ہیں تو سب انہیں روک دیتے ہیں۔ آغا فواد گرفتار ہو جاتا ہے۔ مصلحتاً" محمل کو گھر میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مسرت سے محمل کی بات چیت بند ہے۔ وہ اس معاملے میں محمل کو بھی قصوروار سمجھتی ہیں۔ محمل فرشتے سے ملنے دوبارہ مدرسے جاتی ہے تو وہ اسے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ اس بات کو خاص اہمیت نہیں دیتی، لیکن مصروفیت کے لیے اس کا مشورہ مان لیتی ہے۔ دینی تعلیم اسے ذہنی و روحانی سکون بخشتی ہے۔ اس دوران انسپکٹر ہمایوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے رابطے کے لیے اپنا سیل نمبر دیتا ہے۔ وہ آغا فواد کے خلاف محمل کو وعدہ معاف گواہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات جب گھر والوں کے علم میں آتی ہے تو وہ محمل کو بری طرح زدوکوب کرتے ہیں۔ وہ رو، رو کر ان سب کو بددعا دیتی ہے۔ حسن گھر والوں کے اس سلوک پر ششدر ہے۔ مسرت، محمل کو آغا فواد کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننے کا کہتی ہیں۔ محمل، انسپکٹر ہمایوں کو تمام صورتِ حال بتاتی ہے تو وہ اسے مصلحتاً" جھوٹ بولنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تایا کریم اسے جائیداد میں حصہ دینے کا جھانسہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ وہ انسپکٹر ہمایوں داؤد کے خلاف کورٹ میں بیان دے تو اسے اس کا حصہ مل جائے گا، وہ ان کا ساتھ دینے کی حامی بھر لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۳

تیسری قسط

صبح آٹھ بجے وہ مسجد کے گیٹ پر تھی۔ اندر داخل ہونے سے قبل اس نے رک کر بیلوں سے ڈھکے بنگلے کو دیکھا جس کا سنگی بینچ آج بھی ویران پڑا تھا۔

"بابا تمہارا صاحب ہے؟" کچھ سوچ کر اس نے باوردی گارڈ کو مخاطب کیا۔

"وہ تو شہر سے باہر گیا ہے۔"

"کب آئے گا؟"

"معلوم نہیں۔"

"اچھا۔" اس نے ذرا سی ایڑی اونچی کر کے گیٹ کے پار دیکھا۔ ہمایوں کی گاڑی کھڑی تھی۔

"وہ... وہ بی بی! وہ جہاز پہ گیا ہے۔" گارڈ قدرے گڑبڑایا۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا صاحب میری طرف سے۔ اس سفید سر پہ جھوٹ تو نہ بولو، نہیں ملنا چاہتا تو سیدھا منع کر دو۔ جھوٹ بولنا منافقت کی نشانی ہوتی ہے، ایمان کی نہیں۔ خدا کا خوف کرو۔" وہ آخری فقرے قدرے نصیحت آمیز انداز میں کہتی اسکول کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ پتا نہیں ہمایوں نے اس کے لیے یہ کیوں کہہ رکھا تھا۔

(اور پتا نہیں میں نے صحیح کیا یا غلط۔ مگر وہ ایسے میری جائیداد کبھی نہیں دیں گے، پھر اور کیا کرتی؟)

بے زار سا تاثر چہرے پہ سجائے، بیگ اٹھائے وہ سُست روی سے برآمدے کی طرف چل رہی تھی۔

(اور یہ جھوٹ تو نہیں، اس نے مجھے حبس بے جا میں رکھا تھا۔)

اس نے چپل ریک پہ اتاری اور خود کو گھسیٹتی ہوئی نیچے سیڑھیاں اترنے لگی۔

(مگر اغوا تو نہیں کیا تھا، میں ادھر اپنی مرضی سے ہی گئی تھی تو اس پہ یوں اغوا کا الزام لگا دینا جھوٹ نہیں ہوگا؟)

وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ زینے اتر رہی تھی۔

(نہیں، جھوٹ کہاں، اس نے ڈیل تو کی تھی، اغوا اور خریدنا ایک ہی بات ہے۔ اگر ذرا سا لفظوں کا ہیر پھیر کر دوں تو کیا ہے؟)

اس نے کرسی پہ بیٹھ کر کتابیں سائیڈ بورڈ پہ رکھیں، اور ساتھ بیٹھی لڑکی کے سیپارے پہ جھانکا، اور پھر مطلوبہ صفحہ کھولنے لگی۔ تفسیر شروع ہو چکی تھی۔ وہ آج بھی لیٹ تھی۔

(فواد کے خلاف گواہی نہ بھی دوں تو بھی وہ سزا پائے گا، اور وہ اتنا بڑا اے ایس پی، کوئی میرے بیان سے اسے سزا تھوڑی ملے گی؟ بس لفظوں کو تھوڑا سا انٹرچینج کر دیا جائے، تو کیا ہے، میری نیت تو صاف ہے)

مطلوبہ صفحہ کھول کر اس نے پین کی کیپ اتاری، اور آج کی تاریخ لکھنے لگی۔

"اور تم جھوٹ کو سچ کے ساتھ نہ ملاؤ، اور نہ تم سچ کو چھپاؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو۔"

میڈم مصباح کی آواز پہ جیسے کرنٹ کھا کر اس نے سر اٹھایا۔ وہ اپنی ٹیچر چیئر پہ بیٹھی کتاب سے پڑھ رہی تھیں۔ اس نے بے اختیار اپنے سیپارہ کو دیکھا۔ اس صفحے پہ سب سے اوپر یہی لکھا تھا۔

"تم میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔ اور تم جھوٹ کو سچ سے نہ ملاؤ، اور نہ تم حق کو چھپاؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو۔"

وہ سُن سی، بے حد ساکت سی، پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان الفاظ کو دیکھ رہی تھی۔ میڈم آگے پڑھ رہی تھیں مگر اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ ساری آوازیں جیسے بند ہو کر رہ گئی تھیں۔ وہ بنا پلک جھپکے ان ہی الفاظ کو دیکھے جا رہی تھی۔

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا پھر تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"

اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ ذرا دیر پہلے گارڈ کو کی گئی نصیحت اس کے گانوں میں گونجی۔ اسے لگا وہ کتاب اسے اس سے زیادہ جانتی ہے۔

(پھر... پھر... میں کیا کروں؟) اس کا دل کانپنے لگا تھا۔ بے اختیار اس نے رسّی تھامنا چاہی۔ کلام کی رسّی۔ وہ نہ جانتی تھی کہ دوسرے سرے پہ کون ہے، مگر اسے یقین تھا کہ دوسرے سرے پہ کوئی ضرور موجود

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہے۔

"صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ بے شک وہ (نماز) سب پہ بہت بھاری ہے' سوائے ان کے جو ڈرنے والے ہیں۔"

اس نے وحشت زدہ سی ہو کر سر اٹھایا۔ پنک اسکارف والے بہت سے سر اپنی کتابوں پہ جھکے تھے۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

اس نے پھر سے ان الفاظ کو پڑھا۔ وہ کوئی مضمون نویسی نہ تھی' وہ گفتگو تھی۔ بات "او مائی گاڈ" اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

It's talking to me

ساتھ بیٹھی لڑکی نے سر اٹھایا۔

"تو یہ ٹاک ہی تو ہے۔ کلام۔ اس کو ہم کلام پاک اسی لیے تو کہتے ہیں۔" وہ سادگی سے کہہ کر اپنے سیپارے پہ جھک گئی۔

محمل نے سیپارہ بند کر دیا' اور کچھ بھی اٹھائے بنا' تیزی سے بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھتی گئی۔

فرشتے اپنے آفس میں آئی تو وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"محمل تم؟"

"میں ۔۔۔ میں آئندہ نہیں آؤں گی' میں مدرسہ چھوڑ رہی ہوں۔" وہ جو کرسی پہ بیٹھی تھی' بے چینی سے کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف اور گھبراہٹ تھی۔ فرشتے نے آرام سے فائل میز پہ رکھی اور کرسی کی دوسری جانب جگہ سنبھالی' کھڑکی کے بلائنڈز بند تھے' کمرے میں چھاؤں سی تھی۔

"آپ میری بات سن رہی ہیں؟"

"بیٹھو۔" وہ میز کی دراز کھول کر جھکی کچھ تلاش کرنے لگی تھی۔ محمل بمشکل ضبط کرتی کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ادھر سے بھاگ جائے۔

"میں نہیں آؤں گی آئندہ فرشتے!" اس نے دہرایا۔ وہ ابھی تک دراز سے مصروف تھی۔

"پھر کہاں جاؤ گی؟"

"بس قرآن چھوڑ رہی ہوں۔"

"اسے چھوڑ کر کہاں جاؤ گی محمل!" وہ کچھ کاغذات نکال کر سیدھی ہوئی اور اسے دیکھا۔

"اپنی نارمل لائف میں۔"

"تمہیں یہ ابنارمل لائف لگتی ہے؟"

"یہ مجھ سے بات کرتی ہے فرشتے!" وہ دبی دبی سی چیخی۔ "آپ سمجھ نہیں سکتیں میں کتنے کرب سے گزر رہی ہوں۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔" "آپ سمجھ نہیں سکتیں۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں' جب قرآن مخاطب کرنے لگتا ہے تو سب اس کرب سے گزرتے ہیں۔"

"نہیں۔" اس نے نخوت سے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو میرے ساتھ ہوا' آپ تصور نہیں کر سکتیں۔"

"تمہیں لگتا ہے' تم پہلی ہو؟"

اس نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

"ہم انسان ہی تو یہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہیں' پھر تم اتنی کمزور کیوں پڑ رہی ہو؟ ہم پہاڑ ہوتے تو نہ سہار سکتے' دب جاتے۔"

اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ فرشتے کو وہ لمحے بھر میں بہت بیمار لگی تھی۔

"وہ میری سوچیں پڑھ رہی ہے فرشتے!"

"وہ مخلوق نہیں ہے' وہ کلام ہے۔ بات ہے اللہ کی بات' اور اللہ ہی تو سوچیں پڑھ سکتا ہے۔"

وہ گم صم سی ہو گئی۔

"میں ۔۔۔ میں اللہ تعالیٰ سے بات کر رہی تھی؟"

"تمہیں کوئی شک ہے؟"

"مگر ۔۔۔ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ پاسٹ (ماضی) میں ہو کر ہم سے چودہ سو سال بعد کے فیوچر (مستقبل) سے خود کو کنیکٹ کر لے؟ اٹس لائیک اے میریکل۔" (یہ تو معجزہ کی طرح ہے)

"یہی تو ہم اسے کہتے ہیں۔ معجزہ!"

"اور جب یہ ختم ہو جائے گی؟"

"تو پھر سے شروع کر لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے' قرآن کے معجزے بار بار دہرانے سے کبھی پرانے نہیں ہوں گے۔ فہما" بتا رہی ہوں۔"

"میں ۔۔۔ میں اسے چھوڑ دوں تو؟"

فرشتے نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"محمل! جب روز قیامت اللہ زمین آسمان کو بلائے گا تو ہر چیز کھنچی چلی آئے گی' طوعا" یا کرہا" خوشی سے یا نا خوشی سے۔ جب ہم اللہ کے بلانے پہ نماز اور قرآن کی طرف نہیں آتے تو اللہ ہمارے لیے ایسے حالات بنا دیتا ہے' دنیا اتنی تنگ کر دیتا ہے کہ ہمیں زبردستی سخت ناخوشی کے عالم میں آنا پڑتا ہے اور پھر ہم کرہا" بھی بھاگ کر آتے ہیں اور اس کے علاوہ ہمیں کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اس کی طرف طوعا" آجاؤ محمل! ورنہ تمہیں کرہا" آنا پڑے گا۔"

پھر وہ مزید کوئی بحث نہ کر سکی۔

اسے فرشتے کی بات سے بے حد خوف آیا تھا۔ اسے لگا وہ اب کبھی قرآن چھوڑ نہ سکے گی۔

☼ ☼ ☼

اگر اسے معلوم ہوتا کہ اس ایک لفظ میں اس کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان چھپا ہے تو وہ اسے کبھی مس نہ کرتی' اور نہیں تو اس کا مطلب لغت میں ہی تلاش کر لیتی مگر جانے کیسے وہ اس سے لکھنا رہ گیا تھا۔

آج کا رکوع میڈم مصباح کے علاوہ ایک اور ٹیچر پڑھا رہی تھیں۔ میڈم ذکیہ آیات بنی اسرائیل کے ہیکل میں داخل ہونے کا قصہ بیان کر رہی تھیں۔

"اور دروازے میں داخل ہو جاؤ' سجدہ کرتے ہوئے' اور کہو "حطتہ" ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے اور عنقریب ہم محسنین کو زیادہ دیں گے۔"

وہ آیت پڑھ کر اب الفاظ کی گہرائی میں جا رہی تھیں۔

"حطتہ" کا مطلب گرانا مراد گناہ گرانے یعنی بخشش مانگنے سے ہے' اب بنی اسرائیل نے کیا یہ کہ انہوں نے جیسا کہ اگلی آیت میں ذکر ہے' منہ ٹیڑھا کر کے بات کو بدل دیا' وہ سجدہ کرتے' یعنی جھک کر "حطتہ" کہہ کر داخل ہونے کے بجائے حنطتہ hinta'tun کہہ کر ـــــ داخل ہوئے۔ حنطتہ کہتے ہیں۔"

وہ تیز تیز قلم چلا کر لکھ رہی تھی کہ کسی نے برہمی سے پین اس کے رجسٹر پہ رکھا۔ اس نے ہڑبڑا کر سر اٹھایا۔

ایک کلاس انچارج اس کے سر پہ کھڑی تھیں۔

"بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں' اور قرآن ان کے لیے دعا کرتا ہے اور بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پہ لعنت کرتا ہے۔"

"کیا ہوا میم؟"

"آپ رجسٹر قرآن پہ رکھ کر لکھ رہی ہیں۔" انچارج نے صدمے سے اسے دیکھا تو اس نے گھبرا کر قرآن نیچے سے نکالا۔ یہ اس کا تجوید کا قرآن تھا' سمپل آف وائٹ جلد والا۔

"سوری میم۔" اس نے قرآن احتیاط سے ایک طرف رکھا' اور رجسٹر پہ جھک گئی۔ پھر ادھر ادھر ساتھ والی لڑکی کے رجسٹر پہ جھانکا کہ دیکھ سکے کہ حنطتہ کا کیا مطلب میڈم نے لکھوایا ہے' مگر اس نے کچھ نہ لکھا تھا۔ قرآن کی کلاس تھی' وہ بول نہ سکتی تھی' سو مایوسی سے واپس اپنے نوٹس کو دیکھا۔ صفحے کی لائن یہاں ختم ہوتی تھی' وہاں اس نے لکھ رکھا تھا "حنطتہ" یعنی گند ۔۔۔ "گند کے دال کے آگے صفحہ ختم تھا۔

بعض دفعہ ہم میکانکی انداز میں کچھ لکھتے ہوئے جب صفحہ ختم ہو جائے تو آگے جو بھی چیز ہو' بھلے نیچے رکھی ہوئی کتاب ہو یا ڈیسک کی لکڑی اس پہ لکھ ڈالتے ہیں' اور بعد میں یاد ہی نہیں آتا۔

"گند' اس کا مطلب ہے؟" وہ اس ادھورے لفظ پہ حیران ہوئی۔ کوئی سینس نہ بنتا تھا' مگر خیر وہ آگے لکھنے لگی۔ سوچا بعد میں کسی سے پوچھ لے گی' مگر بعد میں یاد ہی نہ رہا۔

چھٹی کے وقت اس نے ہمایوں کو اپنے گیٹ کا دروازہ بند کرتے دیکھا۔ وہ بک چڑھا کر پلٹا ہی تھا کہ وہ

Scan & PDF FIAZ AHMAD Friends Korner.com

سامنے آکھڑی ہوئی۔

پنک اسکارف میں مقید چہرہ کندھے پہ بیگ، سفید یونیفارم اور سینے پہ ہاتھ باندھے وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ تبدیلی کیسے آئی؟" وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ غالباً" اچھے موڈ میں تھا۔ محمل اسی طرح تیکھی سخت نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"خیریت؟" وہ دو قدم آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے سیاہ گیٹ کے باہر اس کا مستعد چوکیدار کن اکھیوں سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ہمایوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور وہ سخت تیوروں کے ساتھ سینے پہ بازو لپیٹے۔

"آپ کو مسئلہ کیا ہے فواد بھائی کے ساتھ؟"

"شاطر مجرم کسی بھی پولیس آفیسر کے لیے چیلنج ہوتے ہیں اور مجھے چیلنج لینے میں مزا آتا ہے۔"

"اس مزے میں اگر آپ الٹا پھنس گئے تو؟"

"میں کیوں پھنسوں گا؟ تم نے کورٹ میں مکر جانا ہے نا۔"

"آپ کو کس نے کہا کہ میں مکر جاؤں گی؟"

"کیا مطلب؟" وہ یک لخت چونکا۔

وہ اسی طرح اسے چبھتی نگاہوں سے دیکھتی واپس پلٹی اور سینے پہ بازو لپیٹے سر جھکائے سڑک پر چل دی۔ عقل کے سارے راستے عجب دھوئیں میں گم ہوتے تھے، وہ کچھ سمجھ نہ پا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

کتنے دنوں بعد آج وہ شام کی چائے سرو کرنے ٹرالی دھکیلتی باہر لائی تھی۔ لان میں سب بڑے یونہی بیٹھے تھے۔ ادھر ادھر کی خوش گپیاں، تبادلۂ خیال چل رہے تھے۔

"محمل، میری چائے میں کینڈل ڈالنا بیٹا۔" آغا جان جس بے تکلفی سے کہہ کر غفران چچا سے بات کرنے میں مصروف ہوگئے، ناعمہ اور فضہ نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ جب سے فواد جیل گیا تھا، ان دونوں کا الائنس (اتحاد) تائی مہتاب سے ہٹ کر بن چکا تھا۔ دونوں کے خواب اسے داماد بنانے کے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور وہ اب مزید تائی کی خوشامدیں کرنے کے بجائے انہیں بے رخی دکھانے لگی تھیں۔

"یہ لیجیے آغا جان۔" اس نے بھی پورے اعتماد سے کپ ان کو تھمایا، اور پھر تائی مہتاب کو، جو الگ سی گم صم سی بیٹھی تھیں۔

"تھینک یو محمل۔" جانے انہوں نے کس دل سے بظاہر مسکرا کر کہا۔ فضہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ناعمہ کو ہلکا سا اشارہ کیا، ناعمہ نے "ہونہہ" کہہ کر سر جھٹکا۔ ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ یہ اچانک وہ اس پہ اتنے مہربان کیوں ہو رہے تھے۔

وہ خالی ٹرالی لیے اندر آئی تو سیڑھیوں سے اترتا حسن جو شرٹ کے کف بند کر رہا تھا، اسے دیکھ کر لمحے بھر کو رک گیا۔ "محمل!"

ایک پرانا منظر اس کی آنکھوں میں لہرایا تھا۔ فواد کا یوں اترنا پھر اس کا اسے چائے دینا، اور وہ انگلیوں کا ٹکرانا۔ کیا تب فواد نے یہ سوچا تھا کہ یہ لڑکی بھی اس کا ہتھیار بن سکتی ہے۔ اتنی ارزاں تھی وہ؟

منظر وہی تھا، بس چہرہ بدل چکا تھا، اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھنے لگیں۔

"مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا" وہ تیزی سے کچن کی طرف آئی۔

"محمل رکو، سنو۔" وہ سرعت سے اس کے پیچھے لپکا۔ اور کچن کے دروازے پہ ٹھہر سا گیا۔

اندر مسرت کپڑے سے سلیب صاف کر رہی تھی، محمل ساتھ ہی کرسی پہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ اونچی بھوری پونی ٹیل جس سے اس کی لمبی گردن پیچھے سے جھکتی تھی اور کرتے کے اوپر دوپٹے کو شانوں پہ ٹھیک سے پھیلائے، ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے وہ چہرہ موڑے بیٹھی تھی۔ اس کے اس سائڈ پوز سے بھی حسن کو اس کی جھکی آنکھوں کا سوگوار سا رنگ دکھائی دیا تھا، اسے لگا وہ بہت بدل گئی ہے۔

"محمل! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

مسرت کا سلیب کو رگڑتا ہاتھ تو رک گیا، انہوں نے حیرت سے گردن موڑی۔

"حسن۔"

"چچی! محمل کو کہیں، ذرا میری بات سن لے۔"

انہوں نے اسے دیکھا، جو بے تاثر سی لب بھینچے سر جھکائے کرسی پہ بیٹھی تھی۔

"محمل! حسن بلا رہا ہے۔"

"میں ان کے باپ کی نوکر ہوں جو آؤں۔" اس کا دل چاہا وہ یہ کہہ دے، مگر صبح ہی تو فرشتے نے اس سے کچھ کہا تھا۔

"محمل۔" مسرت پھر پکارا۔

"انہیں جو کہنا ہے، نہیں کہہ لیں۔ منظور نہیں ہے تو بے شک نہ کہیں۔" وہ سر جھکائے ٹیبل کو دیکھ رہی تھی۔ ایک قسم اس اترتی فجر میں اس نے کھائی تھی، وہ قسم اسے اب آخری سانس تک نبھانی تھی۔

"محمل! تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔" وہ بے بس سا اس کے سامنے آیا۔ "وہ تمہیں فواد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ تم خود کو اس کیس میں مت الجھاؤ۔"

اس نے گردن اٹھائی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

محمل کا چہرہ بے تاثر تھا، بالکل سپاٹ۔

"آپ نے کہہ لیا جو کہنا تھا؟ اب آپ جا سکتے ہیں۔"

اس نے آلوؤں کی ٹوکری قریب کھسکا کر میز سے چھری اٹھالی، وہ چند لمحے بے بس سا اسے دیکھتا رہا پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔ مسرت الجھی سی اس کے قریب آئیں۔

"کس کیس کی بات کر رہا ہے حسن؟"

"آلو گوشت میں بنا دوں گی، آپ قورمہ دیکھ لیجیے گا اور کھیر بھی، کیونکہ میں نہیں چاہتی کسی کو کوئی شکایت ہو۔" وہ اب مگن سی آلو چھیل رہی تھی۔

مسرت گہری سانس لے کر سلیب صاف کرنے لگیں۔ وہ جانتی تھیں، اب وہ نہیں بتائے گی۔

اور وہ آلو چھیلتے اس عجیب بات کو سوچ رہی تھی جو صبح اس کو فرشتے نے کہی تھی۔ جب وہ رشتے داروں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی آیتیں پڑھ کر تڑپ گئی تھی اور پوچھا تھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں ان کے لیے کیا سزا بتائی گئی ہے۔

"یتیموں سے پہلے قرابت داروں کا ذکر ہے محمل۔"

"میں اور میری ماں ان قرابت داروں کی جیسے خدمت کرتے ہیں، آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"تو اس خدمت کا کبھی ان کو احساس بھی دلایا؟"

"اماں تو ہر وقت جتی رہتی ہیں، مگر میں ادھار رکھنے کی قائل نہیں ہوں، وہ ایک کہیں تو دس سناتی ہوں، ایک ایک آئٹم گنواتی ہوں جو بناؤں۔"

اس نے فخر سے کہا، اور پھر فرشتے کا سنجیدہ چہرہ دیکھا تو لگا کچھ غلط کہہ دیا ہے۔

"یعنی سب کیا کرایا ملیا میٹ کر دیتی ہو، یہ تو ان پہ ظلم ہے۔"

"ظلم؟ میں ظلم کرتی ہوں ان پہ؟" وہ شاکڈ رہ گئی۔

"ظلم کی تعریف کیا ہوتی ہے؟ کسی کے حق میں کمی کرنا۔ ایک کی ایک سنانا برابر کا بدلہ ہے، مگر نواد پر سنانا زیادتی ہے، ان کے حق میں کمی ہے۔"

"وہ مجھے جو بول دیں اور میں آگے سے چپ کر جاؤں؟" ایک بھی نہ سناؤں؟"

"تم اگر سنا دو گی تو سب برابر کر دو گی، پھر تم ان کے کیے کا شکوہ کسی سے کرنے کی حق دار نہیں ہو گی۔ معاف کر دیا کرو، اور جانتی ہو۔ معاف کرنا کیا ہوتا ہے؟"

اس کا سر خود بخود نفی میں ہل گیا۔

"اس کو دکھ نہ دینا جس نے آپ کو دکھ دیا ہو، ان کو ان کے رویے کا احساس تک نہ دلانا۔ کچھ نہ بتانا۔ یہ معاف کرنا ہوتا ہے۔ تم معاف کر دیا کرو، صبر کیا کرو۔"

"ساری زندگی صبر ہی تو کیا ہے۔ میں نے۔"

"وہ صبر نہیں ہوتا جو تم کرتی ہو۔ صبر وہ ہوتا ہے کہ اگر سر پہ بھاری پتھر بھی لگ جائے تو لبوں سے اف تک نہ نکلے۔ صبر وہ ہوتا ہے جو تمہاری ماں کرتی ہے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"اور احسان؟"

"صبر اور معاف کرنے کے بعد ان کے برے رویے کے جواب میں بہت اچھا رویہ دو۔"

"میں کیوں کروں یہ سب۔ وہ کیوں نہیں کرتے؟ رشتے داروں کے ساتھ ویسا ہی رویہ رکھنا چاہیے جیسا وہ ہمارے ساتھ رکھتے ہوں۔"

"مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسا کرتے تھے کہ بدلے کی صلہ رحمی کرنے والا صلہ رحمی نہیں کرتا۔ اس پہ تو آپ کو اجر ہی نہیں ملے گا۔ اجر تو تب ملے گا جب آپ برے کے جواب میں اچھا کریں۔ تم انہیں معاف کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔"

"انہوں نے میری جائیداد کھائی ہے۔" وہ چیخ پڑی تھی "ابا اپنی ساری پراپرٹی میرے نام کر کے گئے تھے۔"

"بہت غلط کر کے گئے تھے پھر۔ انہیں حق ہی نہیں تھا کہ ساری پراپرٹی وصیت کرتے۔ ان کا حق تو بس ایک تہائی پہ تھا' اس کو بے شک تمہارے نام وصیت کر جاتے' مگر باقی کے دو تہائی حصے کی شرعاً" تقسیم کی اجازت دے جاتے' تو شاید تمہارے چچا لوگ اپنے حصے پہ قناعت کر لیتے۔ وارث تو اللہ نے بنائے ہیں۔ جانے والے کو برا بھلا نہیں کہہ رہی' مگر ایک غلط فیصلہ بہت سوں کی زندگیاں خراب کر دیتا ہے۔ محمل! تم کچھ لوگوں کے غلط فیصلوں کو بنیاد بنا کر اپنے رشتہ داروں پہ ظلم کرو گی تو یہ مت بھولو کہ پل صراط پہ رحم اور امانت کے کانٹے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہر خائن اور قطع رحمی کرنے والے کو وہ پل سے نیچے جہنم میں گرائیں گے اور ہر امانت دار اور صلہ رحمی کرنے والا پل پار کر جائے گا' تم وہ پل پار نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ سر جھٹک کر تیز تیز آلو چھیلنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"میڈم مجھے ایک بات پوچھنا ہے؟"

"جی ضرور پوچھیے۔"

"وہ میم۔ مجھ سے نماز پڑھی نہیں جاتی' تو خیر ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں خیر ہے۔ اٹس اوکے' اگر آپ نہیں پڑھ سکتیں تو۔" محمل کو لگا' منوں بوجھ اس کے کاندھوں سے اتر گیا ہو۔ وہ ایک دم کسی قید سے آزاد ہوئی تھی۔

"وہی تو میم! میں باقی نیکیاں کر لوں' قرآن پڑھ لوں' ٹھیک ہے نا' نماز پڑھنا بہت ضروری تو نہیں ہے؟"

"نہیں' اتنا ضروری تو نہیں ہے۔ اگر آپ نہیں پڑھنا چاہتیں تو نہ پڑھیں۔"

"میم! کوئی فرق تو نہیں پڑے گا نا؟"

"قطعاً" فرق نہیں پڑے گا۔ یہ بالکل آپ کی اپنی مرضی پہ ہے۔"

"اوہ... اوکے۔" وہ بے حد آسودہ سی مسکرائی۔ مگر میڈم مصباح کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"یقین کریں محمل! کوئی فرق نہیں پڑے گا اسے۔ آپ بے شک نماز نہ پڑھیں' بے شک سجدہ نہ کریں۔ جو ہستیاں اس کے پاس ہیں' وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتیں۔ اگر آپ کریں اسے کیا فرق پڑے گا' اس آسمان کا بالشت بھر بھی حصہ خالی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کر رہا ہو۔ اور فرشتہ جانتی ہیں' کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ جب اس پہاڑی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے پکارنے پہ پلٹ کر دیکھا تھا' تو جبرئیل علیہ السلام کا قد زمین سے آسمان تک تھا۔ اور ان کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایسے ہوتے ہیں فرشتے۔ 70 ہزار فرشتے کعبہ کا طواف کرتے ہیں' یہ تعداد عام سی لگتی ہے مگر جانتی ہو' جو 70 ہزار فرشتے روز طواف کرتے ہیں' ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی۔ اس رب کے پاس اتنی لاتعداد ہستیاں ہیں عبادت کرنے کے لیے' آپ نماز نہ بھی پڑھیں تو اسے کیا فرق پڑے گا؟"

میڈم مصباح جا چکی تھیں اور وہ دھواں دھواں

کرے کے ساتھ کتابیں سینے سے لگائے ساکت سی کھڑی تھی۔ اس کو لگا' وہ اب کبھی نماز چھوڑ نہیں سکے گی۔

شام میں اس نے بہت اہتمام سے عصر پڑھی۔ پڑھ کر لاؤنج میں فون اسٹینڈ کے ساتھ بیٹھی ہی تھی کہ ماریہ کو فون کرے۔ ناعمہ چچی معاذ کو کان سے پکڑے بے بس سی ڈانٹ رہی تھیں اور وہ کان چھڑا کر جھپاک سے منہ چڑاتا بھاگ گیا تھا۔

"اتنا شیطان ہو گیا ہے یہ لڑکا' کیا کروں میں اس کا۔" وہ کمر پہ ہاتھ رکھے پریشانی سے بولیں اور محمل کی فون نمبر پریس کرتی انگلیاں تھم سی گئیں۔

"شیطان ہو گیا ہے یہ لڑکا!" اس نے زیر لب دہرایا۔

لفظ شیطان کا روٹ ورڈ کیا تھا؟ شین' طا' ون (ش ط ن) شطن۔ یعنی رحمت سے دور' اللہ کی رحمت سے دور' دھتکارا ہوا۔ اور گاڈ' انہوں نے اپنے بچے کو اللہ کی رحمت سے دور ہوا کہہ دیا؟"

"چچی۔" اس نے ہولے سے انہیں پکارا' فون کا ریسیور ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ہاں؟" ناعمہ چچی نے پریشانی سے چونک کر اسے دیکھا۔

"معاذ کو شیطان تو نہ کہیں۔ چچی اللہ! نہ کرے وہ شیطان ہو۔ شیطان تو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کو کہتے ہیں۔"

اچھا اچھا۔ بس کرو' دو سیپارے کیا پڑھ لیے' اب ہمیں سکھائیں گی یہ۔ ہونہہ ان کا تو قبلہ ہی بدل گیا ہے۔" وہ استہزائیہ کہتی باہر نکل گئیں اور وہ جہاں تھی' وہیں سن سی بیٹھی رہ گئی۔

"ان کا تو قبلہ ہی بدل گیا ہے۔" وہ تکرار اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

بہت پہلے ملنے والی وہ سیاہ فام لڑکی ایک دم اسے یاد آئی تھی۔

"اس میں تمہارا ماضی ہے' حال ہے' اور مستقبل لکھا ہے۔"

☆ ☆ ☆

وہ سر جھکائے خاموشی سے برتن دھو کر ریک میں لگا رہی تھی۔ دھلی پلیٹوں سے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ اس کے ہاتھ سست روی سے کام کر رہے تھے۔ وہ کچن میں اکیلی تھی' اماں جانے کہاں تھیں۔ باقی لوگ تو کام کے وقت کچن میں آنا مزاج کے خلاف سمجھتے تھے' مگر خیر۔ اس نے سر جھٹکا۔ وہ اب کوشش کرتی تھی کہ ایسی سوچوں کو دل میں جگہ نہ دے۔ اب محسوس ہوتا تھا کہ اس نے اپنے بدصورت رویے سے اپنے اور ان کے درمیان فرق نہ رکھا تھا' پہلے وہ ہر چیز اسی دنیا میں برابر کرنے پہ تلی تھی' اب اس

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول

دل کے موسم
مریم عزیز
قیمت 250 روپے

ننگے پاؤں
نگہت سیما
قیمت 250 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37، اردو بازار، کراچی

نے صبر کرنا شروع کر دیا تھا۔

زندگی ویسے بھی اب ٹف ہو گئی تھی۔ اب مسجد کی ٹیچرز نے اسے دیر سے آنے پہ الٹی میٹم دے دیا تھا' وہ خود بھی اپنی تجوید درست کرنے فجر کے بعد آنا چاہتی تھی کہ تب لڑکیاں اکٹھی بیٹھ کر تجوید کی پریکٹس کرتی تھیں۔ صرف یہ مسئلہ تھا کہ فجر کے وقت فریج لاک ہوتا تھا' اس کے لاکھ کہنے پہ بھی کسی پہ اثر نہ ہوا تھا' اس کے پاس اپنے ناشتے کے پیسے نہ تھے' یا تو وہ ٹرانسپورٹ کا کرایہ ادا کرتی یا اپنا ناشتہ لا کر رکھتی' سو ناشتہ قربان کر کے اس نے وین والے کو فیس دی۔ اور روز صبح تہجد پہ اٹھ کر' وہ آدھے گھنٹے اپنا ہوم ورک کرتی' پھر فجر پڑھ کر نکل جاتی۔ عصر کے قریب اس کی واپسی ہوتی۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے' علم فقر و فاقے کے بغیر نہیں آتا' ٹھیک ہی کہتے تھے۔

اس نے آخری پلیٹ ریک پہ رکھی' ٹونٹی بند کی اور ہاتھ خشک کرتی اپنے دھیان میں پلٹی ہی تھی کہ کچن کے کھلے دروازے میں کسی کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹکی اور پھر دوسرے ہی پل ساکت رہ گئی۔

"کیسی ہو؟" فواد سینے پہ ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ گنگ سی بنا پلک جھپکے اسے دیکھے گئی۔ یہ کب واپس آیا؟

"تم مجھے بہت یاد آئیں محمل! میں ایک بہت بڑی سازش کا نشانہ بنا ہوں۔"

"اماں... اماں۔" وہ ایک دم بلند آواز میں پکارنے لگی۔ خون ابلنے لگا تھا' اسے محسوس ہوا' اس کا جسم کپکپا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" مسرت بوکھلا کر اندر آئیں' اور پھر فواد کو دیکھ کر چپ سی رہ گئیں۔

"فواد بیٹا' تم؟"

"چاچی۔" وہ ان کی طرف بے قراری سے پلٹا۔ "میرے ساتھ بہت بڑی سازش ہوئی ہے۔ یہ سب اس اے ایس پی کا کیا دھرا ہے۔ میں بھلا محمل کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں؟ محمل تم۔" وہ اب اس کی جانب مڑا۔ "تم جانتی ہو میں بے قصور ہوں۔ ریکارڈنگ جو انہوں نے تمہیں سنوائی' وہ ان کے کسی فنکار کی تھی۔ ہم ان پولیس والوں کو بھتہ نہیں دیتے' اس لیے انہوں نے ایسا کیا۔ تم یاد کرو' تم نے خود کہا تھا کہ تم سائن کروانے چلی جاتی ہو۔ میں نے اگر سودا کیا ہوتا تو میں تمہیں مجبور کرتا۔"

وہ ایک دم چونکی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مگر...

"آپ نے۔ آپ نے مجھ پہ الزام لگایا کہ آپ نے مجھے رنگے ہاتھوں..." اس سے آگے بولا نہیں گیا۔

"وہ سب مجھے اے ایس پی نے رات کو کہا تھا کہ میں تمہارے اور اس کے درمیان آنے کی کوشش نہ کروں۔ بھلا بتاؤ' میں ایسا کر سکتا ہوں پھر مجھے یقین آ ہی گیا کہ تم جیسی باکردار اور پارسا لڑکی ایسا نہیں کر سکتی۔ میں پورے گھر کے سامنے تمہارے کردار کی قسم کھانے کو تیار ہوں۔ چاچی! آپ میرا یقین کریں۔"

وہ بے بس سا مسرت کے پاس جھکا اور ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"یقین کریں' میں نے کچھ نہیں کیا' لیکن اگر آپ سمجھتی ہیں کہ محمل میری وجہ سے بدنام ہوئی ہے تو میں محمل سے شادی کرنے پہ تیار ہوں۔ آپ جب کہیں' آغا جان دھوم دھام سے محمل کو اپنی بہو بنائیں گے۔ آپ ہاں تو کریں۔ ایک دفعہ محمل سے میری شادی ہو جائے' پھر ہو گی کسی کو پورے خاندان میں ہمت کہ وہ محمل پہ انگلی اٹھا سکے؟ ہم ہر وہ انگلی کاٹ دیں گے۔ اللہ گواہ ہے' چچی ہم ایسا کریں گے۔"

"فواد! تم سچ کہہ رہے ہو؟" فرط جذبات سے مسرت کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

وہ جو ساکت سی سلیب کا سہارا لیے کھڑی تھی' ایک دم بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اس نے رات کا کھانا نہیں کھایا' بس سر منہ لپیٹے پڑی رہی۔ باہر سے چہل پہل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہنسی مذاق' باتیں' شور' قہقہے' دعوت کی طرح کا سماں تھا' اشتہا انگیز کھانوں کی مہک اس کے کمرے تک آ رہی تھی' مگر اس کا کسی چیز کے لیے دل نہ چاہ رہا تھا۔

وہ چت لیٹی دیر تک چھت پہ گھومتے پنکھے کو دیکھتی رہی تھی۔ تینوں پر گول گول گھوم رہے تھے۔ بار بار ایک ہی مدار کے گرد چکر کاٹتے' آخر میں وہیں پہنچ جاتے جہاں سے چلے تھے۔ وہ بھی وہیں پہنچ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

صبح پرٹیر ہال کی کشادہ سفید سیڑھیاں وہ ننگے پاؤں سُست روی سے اتر رہی تھی۔ سفید شلوار قمیص کے اوپر پنک اسکارف نفاست سے اوڑھے' ایک ہاتھ ریلنگ پہ رکھے' وہ جیسے پانی پہ چلتی غائب دماغی سے نیچے آئی تھی۔

پرٹیر ہال کے گلاس ڈورز بند تھے۔ شیشوں کے پار تازہ صبح اتر رہی تھی۔ اس کو آج کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا' وہ چپ چاپ اپنی جگہ پہ آئی۔ بیگ ڈیسک پہ رکھا اور گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

اگر کالج ہوتا تو یقیناً وہ آج نہ آتی' اتنی ڈپریسڈ ہو گئی تھی کہ وہ پڑھ نہ سکتی تھی۔ مگر وہ کالج نہ تھا' نہ ہی وہ پڑھنے آئی تھی۔ وہ تو سننے آئی تھی۔

بعض چیزیں اتنی حیرت انگیز ہوتی ہیں کہ انسان ان پہ حیران ہونا ترک کر دیتا ہے۔ معجزانہ کتاب بھی ایسی ہی تھی' عاجز کر دینے والی' مبہوت کر دینے والی۔ وہ جو سوچتی تھی' اس کتاب میں لکھا آ جاتا تھا۔ اب محمل نے حیران ہونا ترک کر دیا تھا۔ اسے لگا' وہ اب کبھی حیران نہ ہو سکے گی مگر آج کی آیات پہ پھر وہ چونکی تھی۔

"اور لوگوں میں سے کوئی ہے' اچھی لگتی ہے تمہیں اس کی بات دنیا کی زندگی کے متعلق..." اس نے سر گھٹنوں پہ رکھ دیا اور بازو گھٹنوں کی گرد لپیٹ لیے۔

"اور وہ اپنی بات... اللہ کو گواہ بنا لاتا ہے' جبکہ حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔"

اس نے سر اٹھایا' چہرہ دائیں جانب گھمایا' پنک اسکارف میں ملبوس لڑکیاں سر جھکائے تیزی سے قلم پیپر پہ چلا رہی تھیں۔ وہاں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔

بس وہی جانتا تھا جس نے یہ کتاب اس کے لیے اتاری تھی۔ اسے کبھی کبھی لگتا تھا' یہ بس اسی کی کہانی ہے' کسی اور کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

"اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے۔"

اس نے دونوں کنپٹیوں کو انگلیوں سے سہلایا۔

"اچھی لگتی ہے تمہیں۔"

وہ آہستہ سے اٹھی' سیپارہ بند کیا اور کچھ بھی لیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"اس کی بات۔"

"وہ دھیرے دھیرے زینے چڑھ رہی تھی۔"

"دنیا کی زندگی کے متعلق..."

وہ آخری زینہ عبور کر کے راہداری کی طرف بڑھی۔

"اور وہ اپنی بات پہ اللہ کو گواہ بنا لاتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔" وہ تھکاوٹ سے باہر برآمدے کے اسٹیپس پہ بیٹھ گئی۔ سامنے ہرا بھرا لان تھا۔ وہ ستون سے سر ٹکائے لان کے سبزے کو خالی خالی آنکھوں سے دیکھے گئی۔

یہ تو اس نے اپنے دل سے بھی نہ کہا تھا کہ اسے فواد کی بات اچھی لگی تھی۔ اس کی آفر دلفریب تھی' دلکش تھی۔ وہ اپنے دل سے اقرار کرنے سے ڈرتی تھی' مگر وہ تو ہر نگاہوں کی خیانت بھی جانتا ہے' اس سے کیسے چھپ سکتی تھی کوئی بات مگر اس نے اسے ڈانٹا نہیں' ذلیل نہیں کیا جیسے لوگ کرتے تھے' اس کا تماشا نہیں بنایا جیسے خاندان والے بناتے تھے۔ اس کی بات سُنی اَن سُنی نہیں کی جیسے نادیہ کرتی تھی' کوئی ڈانٹ ڈپٹ' لعن طعن نہیں۔ بس وہی ایک نرم' مہربان انداز جس کی تڑپ میں وہ قرآن سننے آتی تھی' وہ ڈانٹتا ہی تو نہیں تھا' اس کی طرح کوئی سمجھاتا ہی نہ تھا۔ کوئی اس کی طرح تھا ہی نہیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ وہیں بیٹھی تھی جب ساتھ ہی وہ لڑکی آبیٹھی۔غالباً "مڈبریک" تھی۔ اور لڑکیاں اس میں بھی بیٹھ کر تجوید کرتی تھیں۔

وہ ٹھوڑی ہتھیلی تلے رکھے' چہرہ موڑے یونہی اسے دیکھے گئی۔

وہ لڑکی گھٹنوں پہ قرآن رکھے بائیں ہاتھ سے صفحے پلٹ رہی تھی' دایاں ہاتھ یونہی ایک طرف گرا پڑا تھا۔ مطلوبہ صفحہ کھول کر اس نے بائیں ہاتھ سے گرے ہوئے ہاتھ کو اٹھایا اور گود میں رکھا' پھر ٹھیک ہاتھ سے صفحے کا کنارہ پکڑے پڑھنے لگی۔

"ان المسلمین والمسلمات۔۔۔"

وہ رک رک کر اٹک اٹک کر پڑھتی' بار بار آواز ٹوٹ جاتی۔ وہ پھر سے شروع کرتی' مگر ہکلاہٹ زدہ زبان پھر ساتھ چھوڑنے لگتی۔ مخارج صحیح نہ نکل پاتے' وہ بدقت تمام ایک لفظ بولتی تو ساتھ "گاں گاں" آواز بھی آتی۔

یکدم محمل کو احساس ہوا وہ رونے لگی تھی۔ اس کا مفلوج دایاں ہاتھ بار بار نیچے گر جاتا' وہ بائیں ہاتھ سے اسے اٹھاتی' پھر سے تجوید سے پڑھنے کی کوشش کرتی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں' اور آنسو ابل کر گال پہ لڑھکنے لگے۔ وہ بائیں ہاتھ سے آنسو رگڑتی' دبی دبی سسکیوں کے ساتھ پھر سے کوشش کرنے لگی۔

محمل گم صم سی اسے دیکھے گئی۔ وہ اپاہج لڑکی اپنے اللہ سے بات کر رہی تھی' وہ اس کا بہت ہمدرد نجانے اسے محمل کی' ہمدردی کی اس وقت ضرورت نہ تھی' لمحے بھر کو بھی اسے اس پہ ترس نہ آیا تھا' بلکہ رشک ہوا تھا' کوئی ایسے بھی تڑپ کر قرآن پڑھتا ہے جیسے وہ پڑھ رہی تھی؟ اور ایک ہم ہیں' برسوں اس مصحف کو لپیٹ کر سب سے اونچے شیلف میں سجائے رکھتے ہیں اور بس سجائے ہی رکھتے ہیں۔ وہ اسی طرح ہتھیلی ٹھوڑی تلے جمائے گردن پوری اس کی طرف موڑے پلک جھپکے بنا اسے دیکھے جا رہی تھی۔

وہ پھر سے ہکلاتی زبان سے پڑھنے لگی' مگر ٹھیک پڑھا نہ جا رہا تھا' آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔ دبی دبی سسکیوں کے درمیان وہ مسلسل استغفراللہ کہتی جا رہی تھی۔ عام سی شکل کی اپاہج لڑکی۔ اسے بے اختیار وہ سیاہ فام لنگڑی لڑکی یاد آئی۔

وہ کتنوں کو سہارا دیے ہوئے تھا' اور وہ کتنے بدنصیب ہوتے ہیں جو تلاوت کی آواز سن کر کان بند کر لیتے ہیں۔ کبھی میں بھی ان بدنصیبوں میں تھی۔

وہ آہستہ سے اٹھی اور سر جھکائے چل دی۔

برآمدے کی سیڑھیوں پہ بیٹھی اپاہج لڑکی اسی طرح رو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ گیٹ بند کر کے اندر داخل ہوئی تو لان میں کرسیاں ڈالے تقریباً تمام کزنز بیٹھے تھے۔ فواد بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ وہ کسی بات پہ ہنس رہا تھا' شرٹ کا اوپری بٹن کھولے' قیمتی رسٹ واچ پہنے' اس کے پرفیوم کی مہک یہاں تک آ رہی تھی۔

وہ کرسیوں کا دائرہ بنا کر بیٹھے تھے۔ یہ ندا تھی جو اس کی بات دلچسپی سے سن رہی تھی۔ جبکہ آرزو بھی اس دائرے میں لاتعلق سی بیٹھی تھی اور فائقہ بھی۔ رضیہ پھپھو کی فائقہ۔ وہ بھی جیسے فواد سے احتراز برت رہی تھی۔ جیل جانے کے بعد بھلے تائی مہتاب جتنی تاویلیں پیش کرتیں' فواد کی اہمیت اب وہ نہ رہی تھی۔

وہ کتابیں سینے سے لگائے سر جھکائے تیز تیز چلنے لگی۔

"محمل!" وہ برآمدے کے اسٹیپ پہ تھی جب فواد نے بے اختیار پکارا۔ اس نے ایک پاؤں سیڑھی پہ رکھے گردن موڑی۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"آؤ بیٹھو۔"

"مجھے کام ہے۔" روکھے تاثرات دے کر وہ برآمدے کا دروازہ پار کر گئی۔ لان میں بہت سی معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ یوں مجھے سب کے سامنے بلائے۔ بائی فٹ!" وہ پیر پٹختی اندر آئی تھی۔ لاؤنج میں حسن نظر آیا تو ایک دم ٹھٹک کر رکی' پھر سر

جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"محمل!" اس کے قدم رک گئے' مگر پلٹی نہیں۔

"تمہیں فواد کی ہر بات پہ یقین ہے؟"

"مجھے آپ پہ بھی یقین نہیں ہے۔" اس کا گلا رندھ گیا تھا' تیزی سے کہہ کر اس نے دروازہ کھولا اور پھر دھڑام سے اپنے پیچھے بند کیا۔

حسن نے تاسف و بے بسی سے چند لمحے ادھر دیکھا' پھر مست روی سے اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

☆ ☆ ☆

اس نے چمچہ ہلا کر پتیلی کا ڈھکن بند کیا' جھک کر چولہا قدرے آہستہ کیا' اور واپس کٹنگ بورڈ کی طرف آئی جہاں سلاد کی سبزیوں کا ڈھیر لگا تھا۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے' سر جھکائے کھٹ کھٹ سبزیاں کاٹنے لگی۔

"ادھر ہو محمل!" رضیہ پھپھو نے اندر جھانکا۔

محمل نے سر اٹھایا۔ آج اس نے پونی نہیں باندھی تھی' اور بھورے لمبے بال شانوں پہ گر رہے تھے۔ جنہیں اس نے کانوں کے پیچھے اڑس رکھا تھا۔

"جی پھپھو؟" وہ آہستہ سے گویا ہوئی' یہ محمل کے اندر ایک واضح تبدیلی تھی وہ پہلے جیسی بدلحاظ نہ رہی تھی' ورنہ پہلے تو اسے مخاطب کرتے ہوئے ڈر لگا کرتا تھا۔

"میں نے سوچا' ذرا تمہاری کوئی مدد کروا دوں۔ مسرت کو تو بھابھی نے دوسرے کاموں پہ لگا رکھا ہے۔ کوئی تک ہے بھلا؟ جب دیکھو' بے چاری سے کام ہی کرواتی رہتی ہیں۔"

"تو کوئی بات نہیں پھپھو! ہمارا فرض ہے۔" وہ نرمی سے مسکرا کر پھر سے سبزی کاٹنے لگی تھی۔

"یہ فواد رہا کب ہوا؟" پھپھو سامنے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے رازداری سے گویا ہوئیں۔

"معلوم نہیں۔"

"ہنہ۔ بڑا ظلم کیا اس نے تمہارے ساتھ۔ میرا تو مانو اس کی شکل دیکھنے کا دل نہیں کرتا۔"

وہ سر جھکائے کھٹا کھٹ پیاز کاٹتی جا رہی تھی۔

آنکھوں میں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"بڑا دل تھا میرا اپنی فائقہ کے لیے۔ مگر دل ایسا ٹوٹتا کہ ادھر آنے کو ہی نہیں چاہتا تھا' کتنے چہرے نکلتے ہیں نالوگوں کے' محمل!"

"جانے دیں پھپھو انا اللہ پڑھ لیں۔ فائقہ باجی کوئی کم تھوڑی ہیں۔ وہ کسی اچھے بندے کے قابل ہیں' اچھا ہی ہوا جو بھی ہوا۔"

اسے پھپھو کے آزردہ چہرے کو دیکھ کر دکھ ہوا تھا' یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ یوں بات کر رہی تھیں' ورنہ پہلے تو درمیان میں محمل نے اتنی دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں کہ انہیں پاٹنا مشکل تھا' وہ اس کے ابا کی ایک ہی بہن تھیں۔ وہ کیوں لوگوں سے شکایت کرے؟ اس نے خود بھی تو کبھی بنا کر رکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔

"ہاں۔ وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔"

اسی لمحے فواد نے کچن کا دروازہ کھولا۔ ان دونوں نے چونک کر ادھر دیکھا' محمل کے لب سختی سے بھنچ گئے۔ وہ تیز تیز سبزی کاٹنے لگی۔

"محمل! ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

"یہ فارغ نہیں ہے۔ اپنی بہنوں سے کہہ دو۔۔۔ وہ فارغ ہی بیٹھی تھیں باہر۔" پھپھو نے نہایت بے رخی سے کہا' وہ چند لمحے کھڑا رہا' پھر واپس مڑ گیا۔

"ہونہہ' حکم دیکھو کیسے چلا رہا ہے۔ تم ذرا بھی اس کی نہ سنا کرو۔ میرے بھی کتنے خواب تھے۔ ہمیں کونسی کمی تھوڑی ہے۔ فائقہ کے پاپا کے بزنس کا تو تمہیں پتا ہے' کروڑوں میں کھیلتے ہیں۔ ان کی طرح یتیموں کا مال نہیں کھاتے۔"

"میں یتیم نہیں ہوں پھپھو! میں بالغ ہوں' اور بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہوتی۔"

وہ اب سلاد میں لیموں نچوڑ رہی تھی۔

"ہاں ہاں' تمہیں پتا ہے' ابھی فائقہ کے پاپا نے نیا گھر بنوایا ہے' دوسرا گھر تو پھر سے فرنش کر کے فائقہ کو جہیز میں دیں گے۔"

محمل کی لیموں نچوڑتی انگلیاں تھمیں۔ ایک خیال

FIAZ AHMED
Pakistanipoint

کے پیش نظر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔
"پھپھو! اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ "آپ کو مدد کی ضرورت ہوگی نا۔ گھر شفٹ کیا ہے۔ آپ اکیلے کیسے کریں گی سب؟ نوکروں پہ بھروسہ کر ہی نہیں سکتے۔ میں آجاؤں اپ کے پاس' ہیلپ کروادوں گی۔"
"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" پھپھو تو نہال ہوگئیں۔ "میں تم سے کہنے ہی لگی تھی پھر سوچا تمہاری پڑھائی ہے۔" (تو اسی لیے اتنا پیار جتا رہی تھیں' خیر)
"کوئی بات نہیں' ویک اینڈ ہے' پھر۔ آپ کی ہیلپ بھی تو کرانی ہے نا۔"
اسے فواد سے دور رہنے کا یہی طریقہ نظر آیا تھا' پھپھو نے تو فوراً" ہامی بھرلی۔ وہ جلدی سے اپنا بیگ تیار کرنے لگی۔
تیاری کیا تھی۔ دو جوڑے رکھے' چند ضروری چیزیں' اور پھر قرآن رکھتے رکھتے وہ رہ گئی۔
"قرآن تو وہاں ترجمے والا مل ہی جائے گا' دو دن کی تو بات ہے' اب ساتھ کیا رکھوں۔ کوئی بات نہیں۔" اس نے بیگ کی زپ بند کردی۔

☆ ☆ ☆

پھپھو کا سامان شفٹ ہوگیا تھا' بس ڈبوں میں بند تھا۔ وہ جاتے ہی کام میں لگ گئی' فائقہ تو ٹی وی میں ہی مگن تھی۔ ڈش بھی لگ گئی تھی' اور وہ بہت شوق سے کچھ دیکھ رہی تھی۔ پھپھو نے اس سے کچھ نہ کہا' محمل ہی ساری چیزیں نفاست سے سیٹ کرتی رہی۔
رات گیارہ بج گئے جب اس نے آج کے لیے بس کی۔ اور پھر نہا کر نیا سوٹ پہنا۔ پھر نئے سرے سے وضو کیا' اور دوپٹہ سر پہ لپیٹے' وہ پھپھو کے پاس چلی آئی۔
"پھپھو! آپ کے پاس ترجمے والا مصحف ہوگا؟"
"کیا ترجمے والا؟" وہ اپنے کپڑوں کی الماری سیٹ کر رہی تھیں۔
"قرآن۔ قرآن ہوگا۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی۔
"ترجمے والا تو۔ فائقہ کی دادی کا تھا پچھلے گھر میں۔ مگر وہ کسی نے مانگ لیا تھا' ترجمے بغیر والا ہوگا۔"
"اچھا۔ چلیں۔ وہی دے دیں۔"
"کتابوں کے ڈبے سے نہیں نکلا؟"
"نہیں تو میں نے خود ساری کتابیں ادھر رکھی ہیں۔"
"پھر شاید کہیں مس پلیس ہوگیا ہو' فائقہ سے پوچھ لو۔" وہ پھر سے کام میں مگن ہوگئیں۔
وہ بے دلی سے فائقہ کے پاس آئی۔
"فائقہ باجی! آپ کے پاس قرآن ہوگا؟"
"میرے پاس؟ مجھے کیا کرنا ہے؟" وہ الٹا حیران ہوئی۔ "اماں سے پوچھو' ان کو ہی پتا ہوگا۔"
وہ مایوس سی خود ہی ڈھونڈنے لگی۔ کتابوں کے ریک کو پھر سے دیکھا' ایک ایک چیز چھان ماری' مگر قرآن نہ تھا نہ ملا۔
وہ اپنے کمرے میں آئی' اور اپنا بیگ پھر سے کھولا۔ شاید کوئی معجزہ ہوجائے اور شاید اس نے قرآن رکھ دیا ہو' سارے کپڑے اوپر نیچے کیے۔ مگر وہ ہوتا تو ملتا۔
وہ پھر سے لاؤنج میں گئی۔
"فائقہ باجی! آپ کے پاس کوئی کیسٹ ہوگی تلاوت کی؟"
"نہیں!" فائقہ نے لاپروائی سے شانے جھٹکے۔ "کوئی چینل ہوگا جس پہ تلاوت آتی ہو؟"
"تنگ مت کرو محمل' میں مووی دیکھ رہی ہوں۔"
وہ اکتا کر رخ پھر ٹی وی کی طرف موڑ کر بیٹھ گئی۔
محمل تھکے تھکے قدموں سے واپس آئی اور پھر بیڈ پہ گر کر نہ جانے کیوں رونے لگی تھی۔
رات وہ بے چین سی نیند سوئی۔ اگلا سارا دن کام کرواتے وہ مغموم' بے چین رہی' کھانے کے بھی چند لقمے لے سکی۔ اس سے کھایا ہی نہیں جا رہا تھا۔
ہفتے اور اتوار کے وہ دو دن اس کی زندگی کے جیسے بدترین دن تھے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا وہ اڑ کر گھر پہنچ جائے' اور اپنا قرآن تھام لے۔ کوئی ایسا اتفاق تھا کہ

رضیہ پھپھو کا ڈرائیور چھٹی پہ چلا گیا' وہ اب ان کے میاں نفیس انکل سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ گھر سے بھی کوئی نہیں دے کر جائے گا' وہ جانتی تھی۔
اللہ اللہ کر کے اتوار کی رات گھر سے گاڑی اسے لینے آئی۔
پھر جس لمحے وہ گھر میں داخل ہوئی' بجائے کہیں اور جانے کے' بجائے کسی سے ملنے کے وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی' شیلف پہ بیگ ایک طرف ڈالا اور شیلف پر سے قرآن اٹھا کر سینے سے لگالیا' اسے لگا اب وہ زندگی بھر قرآن کے بغیر کہیں نہیں جاسکے گی۔ لوگ چابی بٹوہ اور موبائل کے لیے آتے ہیں' قرآن کے لیے کوئی واپس نہیں آتا نہ جانے کیوں۔
"محمل!" اماں پکارتی ہوئی آئیں' تو اس نے آنسو خشک کیے اور اپنے مصحف کو احتیاط سے شیلف پہ رکھا۔
"محمل۔ یہ لو۔" اماں نے دروازہ کھولا اور ایک خط کا لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ "تمہاری ڈاک آئی تھی کل۔"
"میری ڈاک؟" اس نے حیرت سے لفافہ تھاما۔ مسرت جلدی میں تھیں' لفافہ دے کر پلٹ گئیں۔
اس نے الجھتے ہوئے لفافہ چاک کیا' اور اندر موجود کاغذات نکالے۔
وہ اسکالرشپ تھا جو اس کو دیا گیا تھا۔ انگلینڈ میں اعلا تعلیم کا اسکالرشپ۔
وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"محمل۔ تمہاری ڈاک آئی تھی۔ کیا یہ وہ اسکالر شپ تھا؟"
کھانے کی میز پہ آغا جان نے پوچھا تو یکدم سناٹا چھا گیا۔ محمل نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔ سب ہاتھ روکے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
"جی۔" اسے اپنی آواز کہیں دور سے آتی سنائی دی۔ خوشی یا جوش سے خالی آواز۔
"ہوں۔ تو کلاسز کب اسٹارٹ ہوں گی؟" آغا جان بات کرنے کے ساتھ ساتھ چمچہ کانٹا پلیٹ میں کھڑکا رہے تھے۔ باقی سب دم سادھے محمل کو دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک بڑی خبر تھی۔
"ستمبر میں۔"
"تمام اخراجات وہی اٹھائیں گے؟"
"جی۔" وہ بھی جواب دینے کے ساتھ ساتھ کھانے لگی تھی۔ ڈائننگ ہال میں اب اس کے چمچے کی آواز بھی آرہی تھی۔
"ویری گڈ۔"
"انگلینڈ میں؟"
"اسکالرشپ؟"
"محمل انگلینڈ چلی جائے گی؟"
سرگوشیاں چہ مگوئیاں شروع ہوچکی تھیں۔ اس نے سر جھکائے خاموشی سے کھانا ختم کیا' پھر کرسی دھکیل کر اٹھی اور بنا کچھ کہے ڈائننگ ہال سے چلی گئی۔
اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ خوش تھی' یا نا خوش۔ اسے ایک نئی زندگی گزارنے کا موقع مل رہا تھا' اسے خوش ہونا چاہیے۔ لیکن پھر یہ ناخوشی؟ دل ڈوبنے کا یہ احساس؟ شاید یہ اس لیے تھا کہ اس صورت میں اسے علم الکتاب اور مسجد چھوڑنی پڑے گی۔ قرآن کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔ لیکن وہ تو میں بعد میں بھی کرسکتی ہوں۔ انگلینڈ جانے کا موقع بعد میں نہیں ملے گا۔
ان ہی سوچوں میں گم نیند نے اسے آلیا۔

☆ ☆ ☆

صبح کلاس میں سیپارہ کھولتے وقت اسے امید تھی کہ آج کے سبق میں اس کے اسکالرشپ کے بعد کے خیالات کے متعلق آیات ضرور آجائیں گی' لیکن آج کی آیات سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے کسی قدیم قصے کی تھیں۔

FIAZ AHMED
Friends Korner.com

یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اسے اس کا جواب نہیں مل رہا تھا' اور وہ واقعہ جو بیان کیا جا رہا تھا' وہ بھی قدرے ناقابل فہم تھا۔ بلکہ تھا نہیں' اسے لگا تھا۔ وہ اسکالر شپ بھلا کر اس واقعے میں ہی الجھ گئی۔

واقعہ کچھ یوں تھا کہ جب طالوت کا لشکر جالوت سے مقابلے کے لیے نکلا' تو راستے میں آنے والی ایک نہر میں ان کے لیے آزمائش ڈال دی گئی۔ اللہ نے اس نہر کے پانی کو سوائے ایک چلو کے' پینے سے منع کیا' تو جو لوگ پانی پینے گئے' وہ نہر پہ بیٹھے رہ گئے' اور جنہوں نے چلو سے زیادہ نہ پیا' وہ آگے نکل گئے' اور انہی میں حضرت داؤد علیہ السلام تھے جنہوں نے جالوت کو قتل کر کے اس کو اپنے انجام تک پہنچایا۔

پوری تفسیر سن کر بھی اسے نہ سمجھ آیا کہ بھلا نہر کا پانی کیوں نہیں پینا تھا؟ پانی تو حرام نہیں ہوتا' پھر کیوں؟

وہ پورا دن یہی سوچتی رہ گئی تھی' یہاں تک کہ رات جب میٹھا لینے کچن میں آئی تو بھی یہی سوچ رہی تھی۔

کچن خالی تھا' اس نے فریزر کا ڈھکن کھولا' سویٹ ڈش کے ڈونگے نکالے' ٹرے میں رکھے اور ٹرے اٹھائے باہر آئی۔

"پھر جب طالوت اپنے لشکروں کے ساتھ جدا ہوا۔"

وہ ٹرے اٹھائے ڈائننگ ہال میں آئی۔ اونچی پونی جھکے سر سے اور اٹھ جاتی تھی۔ کندھوں پہ پھیلایا دوپٹہ' اور شفاف چہرے پہ سنجیدگی لیے' اس نے ٹرے ٹیبل پہ رکھی۔ سب وقفے وقفے سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ متاثر' جلن زدہ نگاہیں۔

"اس نے کہا' بے شک اللہ تم کو آزمانے والا ہے ایک نہر کے ساتھ۔"

وہ خاموشی سے ٹرے سے ڈونگے نکال رہی تھی۔ پہلا ڈونگا اس نے آغا جان کے سامنے رکھا۔

"تو جو کوئی اس نہر سے پیے گا' وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

دوسرا ڈونگا دونوں ہاتھوں میں ہی اٹھا کر اس نے ٹیبل کے وسط میں رکھا۔

"اور جو کوئی اس نہر سے نہ پیے گا' سوائے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پینے کے' وہ بے شک مجھ میں سے ہے۔"

اس نے آخری ڈونگا ٹیبل کے آخری سرے پہ رکھا' اور واپس اپنی کرسی پہ آئی۔

"تو سوائے چند ایک کے انہوں نے اس (نہر میں) سے پی لیا۔"

سب سویٹ ڈش شروع کر چکے تھے۔ شیشے کے پیالوں اور چمچوں کے ٹکرانے کی آوازیں وقفے وقفے سے آ رہی تھیں' ان آوازوں کے درمیان وہ مدھم مہربان آواز بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی' اور وہ تو ابھی تک دور کہیں اس آواز میں کھوئی تھی۔

"تو سوائے چند ایک کے' انہوں نے اس میں سے پی لیا۔"

اس نے پیالہ آگے کیا' اور تھوڑی سی کھیر اپنے پیالے میں ڈالی۔

"تو سوائے چند ایک کے' انہوں نے اس میں سے پی لیا۔"

وہ اب آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے چمچ لے رہی تھی۔

"تو تمہیں کب تک جانا ہو گا محمل؟"

آغا جان نے پوچھا تو یکدم پھر سے ہال میں سناٹا چھایا۔ چمچوں کی آواز رک گئی۔ بہت سی گردنیں اس کی طرف مڑیں۔ اس نے سر اٹھایا۔ سب اس کی طرف متوجہ تھے۔

"اگست کے اینڈ تک۔"

"یعنی تم ستمبر سے پہلے تک نہیں ہو گی۔"

"نہیں!"

"کیا مطلب؟" آغا جان چونکے۔

"میں نہیں جا رہی۔" اس نے چمچ واپس پیالے میں رکھا اور نیپکن سے لب صاف کیے۔

"کیا مطلب؟"

"تم اتنا بڑا اسکالر شپ چھوڑ دو گی؟" فضہ چچی نے تحیر سے کہا تھا۔

"میں چھوڑ چکی ہوں۔"

"مگر۔ مگر کیوں؟"

وہ نیپکن ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیونکہ ہر جگہ رکنے کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر میں نے اس نہر سے پانی پی لیا تو میں ساری عمر اسی پہ بیٹھی رہ جاؤں گی' اور طالوت کا لشکر دور نکل جائے گا۔ بعض حلال چیزیں کسی خاص وقت میں حرام ہو جاتی ہیں' اگر اس وقت آپ اپنے نفس کو ترجیح دیں' تو خیر کا کام کرنے والے لوگ دور نکل جاتے ہیں۔ میں نہر پہ ساری عمر بیٹھی نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے وہ داؤد بننا ہے جو جالوت کو مار سکے۔"

وہ سوچ کر رہ گئی' اور کہا تو بس اتنا۔

"مجھے ابھی قرآن پڑھنا ہے۔" اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

شام کی ٹھنڈی ہوا اپنی لے پہ بہہ رہی تھی۔ وہ چائے کا کپ لیے ٹیرس پہ کرسی ڈالے دور آسمان کو دیکھ رہی تھی جہاں شام کے پرندے اپنے گھروں کو لوٹتے جا رہے تھے۔

ٹیرس سے سامنے والوں کا گھر نظر آتا تھا۔ ان ہی بریگیڈیئر صاحب کا گھر جن کی قرآن خوانی ایک روز اس نے دیکھی تھی۔ قرآن کو بھی پتا نہیں ہم لوگوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

اس نے کسی خیال کے تحت کپ سائیڈ پہ رکھا اور اٹھی۔ ابھی مڑی ہی تھی کہ سامنے فواد کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

وہ اندر کھلنے والے دروازے میں کھڑا تھا' سینے پہ ہاتھ باندھے' لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے کترائی پھر رہی ہو۔ حالانکہ تم جانتی ہو' میرا قصور نہیں ہے۔" وہ چپ رہی۔

"کل دوپہر تین بجے میں اسٹاپ پہ تمہارا انتظار کروں گا' مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ آئی ہوپ کہ تم ضرور میری بات سننے آؤ گی۔" وہ کہہ کر ایک طرف ہو گیا۔ محمل کا رستہ کھل گیا۔ وہ بنا اسے دیکھے تیزی سے دہلیز پار کر گئی۔

ایک قسم تھی جو اس نے کھائی تھی' وہ اسے توڑ نہیں سکتی تھی' اور اس لمحے' سیڑھیاں اترتے اسے محسوس ہوا کہ شاید وہ اس قسم کے بوجھ سے اب نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب اس سے وہ قسم نبھائی نہیں جا رہی۔ بس اگر ایک دفعہ وہ فواد سے باہر مل لے تو کیا ہو جائے گا؟ بس ایک دفعہ۔ کل دوپہر تین بجے۔ نہیں میں قسم نہیں توڑوں گی اس نے گھبرا کر سر جھٹکا۔ اس کے اندر کی سوچیں اس وحشت زدہ کرنے لگی تھیں۔ پھر اسے یاد آیا' وہ ٹیرس سے بھلا کیوں نیچے آنے لگی تھی؟ اور ہاں وہ قرآن خوانی والا گھر وہ کچھ سوچ کر گھر سے باہر آئی۔

ساتھ والا بنگلہ بیلوں سے ڈھکا خوب صورت بنگلہ تھا' اس نے گیٹ کے ساتھ نصب بیل پہ ہاتھ رکھا' دوپٹہ شال کی طرح کندھوں کے گرد لپیٹے' اونچی کسی ہوئی پونی ٹیل ادھر ادھر جھلاتی وہ ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور پھر گیٹ کھلا۔ اسی ملازم کی شکل سامنے آئی۔

"جی؟"

"بریگیڈیر صاحب گھر پہ ہیں؟"

"نہیں' پر آپ کون؟"

"میں محمل ابراہیم ہوں' ساتھ والے گھر میں رہتی ہوں' آغا ہاؤس میں۔ یہ کچھ پمفلٹس ہیں' بریگیڈیر صاحب کو دے دینا' وہ پڑھ کر مجھے واپس کر دیں' میں ان سے واپس لینے ضرور آؤں گی۔ یہ ذمہ داری میں تمہیں دے رہی ہوں' اور ذمہ داری امانت ہوتی ہے۔ اگر امانت میں خیانت کی تو پل صراط پار نہیں کر سکو گے۔ سمجھے؟"

چند پمفلٹس اور کارڈز اسے تھما کر اس نے تنبیہہ کی تو ملازم نے گھبرا کر "جی اچھا جی" کہہ کر سر اندر کر لیا۔

☆ ☆ ☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

وہ شام' وہ رات اور وہ اگلی صبح بہت کٹھن تھی۔ وہ لمحے بھر کو بھی سو نہ سکی تھی۔ ساری رات بستر پہ کروٹیں بدلتے گزری۔ مستقبل بہت سے اندیشوں کی دھند میں لپٹا نظر آتا تھا۔ وہ کیا کرے کس سے مشورہ کرے' کس سے پوچھے؟

اور جواب تو اسے سوچنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جب صبح کے قریب اس نے قسم توڑنے کا سوچا تو بستر سے نکلی اور معاملہ اللہ پر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

کل ان کی کلاس میں سورۃ بقرہ ختم ہوئی تھی' اور آج آل عمران شروع ہونا تھی۔ غالباً" پہلی گیارہ آیات پڑھنی تھیں۔ اسے پکا یقین تھا کہ کوئی حل آج کے سبق میں موجود ہوگا۔ سو اس نے آج کی آیات کھولیں۔

پھر ان تمام آیات کو اس نے دو تین دفعہ پڑھا۔ دل میں عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی۔ وہاں کوئی ذکر نہ تھا۔ نہ قسم کا' نہ قسم توڑنے کے کفارہ کا۔

"کفارہ؟" وہ چونکی۔ "تو کیا میں قسم توڑنا چاہتی ہوں؟"

"ہاں!" دل نے واضح جواب دیا تو اس نے خود سے نگاہیں چرا کر مصحف بند کیا' اور اوپر رکھ دیا۔

فرشتے ایک فائل پہ سرسری نگاہ ڈالتے کاریڈور میں سے گزر رہی تھی جب وہ پھولی سانس کے تقریباً" دوڑتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔

"فرشتے! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟"

فائل کا صفحے کے کنارہ فرشتے کی انگلیوں کے درمیان تھا' اس نے سر اٹھایا۔

"السلام علیکم! کیا بات ہے؟"

"وعلیکم السلام۔" وہ پھولی سانسوں کے درمیان تیز تیز بول رہی تھی۔ "وہ ایک فتویٰ لینا ہے۔"

"میں مفتی نہیں ہوں۔"

"مگر... بس ایک فقہی مسئلہ ہے۔"

"ضرور پوچھنا' مگر آج کی تفسیر سن لو' اس میں ہے تمہارا مسئلہ۔" محمل کو جھٹکا لگا۔

"آپ کو میرے مسئلے کا پتہ ہے؟"

"ارے نہیں' مجھے تو آج کی آیات کا بھی نہیں پتہ' میڈم مصباح لیتی ہیں نا آج کل آپ کی کلاسز؟"

"پھر آپ کو کیسے پتہ کہ..."

"کیونکہ یہی ہمیشہ ہوتا ہے۔ تفسیر کا ویٹ کرلو' تمہارا مسئلہ کلیرکٹ لفظوں میں آجائے گا۔" اس نے فائل کا صفحہ پلٹا اور سرسری سا اوپر نیچے دیکھنے لگی۔

"مگر میں نے آج کی آیات پڑھ لی ہیں' ان میں میرا مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے۔"

"صبر لڑکی! علم صبر کے ساتھ آتا ہے' تفسیر کے بعد پوچھ لینا مگر اس کی یقیناً" نوبت نہیں آئے گی۔" وہ ہلکا سا اس کا گال تھپتھپا کر فائل دیکھتی آگے بڑھ گئی۔

محمل نے اپنے گال کو چھوا' پھر سر جھٹک کر کاریڈور میں آگے بھاگ گئی۔

یہ کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ جو سوچے' وہ قرآن میں لکھا ہوا نہ آئے۔ لوگ اس کی بات نہیں سنتے تھے۔ سنتے تھے تو توجہ نہیں کرتے' اگر توجہ بھی کرتے تو سمجھتے نہیں' اور ایک قرآن تھا' اسے کہنا بھی نہ پڑتا اور وہ دل کی بات دھیان سے سنتا' توجہ کرتا' سمجھتا' اور پھر دانائی اور حکمت سے اسے سمجھاتا تھا' اور اس جیسا کوئی نہ سمجھاتا تھا۔

مگر اسے لگا آج کی آیات میں ایسی کوئی بات نہ تھی جو اس سے متعلق ہو۔

بہت بے دلی اور بیچ سے اس نے سیپارہ کھولا۔ وہ سفید چادر پہ دوزانو ہو کر بیٹھی تھی' سامنے ڈیسک پہ سیپارہ کھلا پڑا تھا' ایک طرف رجسٹر تھا جس پہ جھکی وہ تیز تیز لکھ رہی تھی۔

اب میڈم مصباح محکم آیات اور متشابہ آیات کا مطلب سمجھا رہی تھیں۔

محکمات وہ آیات تھیں جن کا مطلب ہم سمجھ سکتے ہیں' مثلاً" احکامات' اس دنیا کی باتیں' دنیا کے کسی باغ کی مثال' تاریخی واقعات اور متشابہات وہ آیات تھیں جو ہم تصور نہیں کرسکتے' مگر ان پہ ایمان بالغیب لانا ضروری ہے مثلاً" جنت' دوزخ' اللہ کا ہاتھ' فرشتوں کی ہیئت۔ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑنا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چاہیے۔اور جو پڑے' اس سے دور رہنا چاہیے۔
میڈم مصباح یہی سمجھا رہی تھیں۔ ست روی سے تمام پوائنٹس رجسٹر پہ لکھ رہی تھی۔

"متشابہات پہ ایمان بالغیب ایسا ہونا چاہیے جیسے ..." میڈم کی آواز ہال میں گونج رہی تھی "جیسے اگلی آیات میں ذکر ہے کہ راسخون فی العلم' ان پہ ایمان لاتے ہیں۔اب یہ راسخون فی العلم کون ہوتے ہیں؟ ایک ہوتا ہے طالب علم' ایک صاحب علم اور اس سے بڑا درجہ راسخ علم والے کو ہوتا ہے۔یہ کون لوگ ہوتے ہیں؟ ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ راسخون فی العلم کون ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔"

محمل کے ہاتھ سے پین گر پڑا۔سیاہی کے چند چھینٹے چادر کو بھگو گئے۔

میڈم آگے بھی کہہ رہی تھیں "جن کے دل مستقیم ہوں۔"

مگر وہ یک ٹک پھٹی پھٹی نگاہوں سے سیپارے پہ لکھے "راسخون فی العلم" کے الفاظ کو دیکھے جا رہی تھی۔ایک ہی تکرار اس کے کانوں میں بار بار گونج رہی تھی۔

"وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔"

وہ بس سکتہ کی کیفیت میں سیپارے کو دیکھ رہی تھی۔

"راسخون فی العلم۔" سیپارے کے الفاظ دھندلا گئے۔اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے۔

صدیوں پہلے عرب کے صحراؤں میں کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ پختہ علم والے کون ہوتے ہیں۔اور تب انہوں نے بتایا تھا کہ وہ جو قسم پوری کرتے ہیں۔اسے لگا صدیوں پہلے کی کہی گئی بات کسی اور کے لیے نہیں' صرف اس کے لیے تھی۔وہ انگلیوں کے پوروں سے ان تین الفاظ کو بار بار چھو رہی تھی' انہیں محسوس کر رہی تھی۔آنسو اس کے گالوں سے لڑھک کر گردن پہ پھسل رہے تھے۔

"ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔" اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔قسم کھانا ناپسندیدہ تھا' لیکن اب وہ اسے ہمیشہ نبھانی تھی۔اور جانتی تھی کہ یہی اس کے لیے بہتر تھا۔

اس روز وہ تین بجے سے پہلے ہی گھر آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ صبح بہت زرد سی طلوع ہوئی تھی۔ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ آج اس نے اونچی پونی کے بجائے سادہ سی چوٹی بنائی تھی۔شفاف چہرے پہ ذرا سی پژمردگی چھائی تھی۔وہ چند لمحے خود کو دیکھتی رہی' پھر سیاہ چادر سر پہ رکھی' اور تھوڑی تک لپیٹ کر بکل دوسرے کندھے پہ ڈالی۔ آج اسے گواہی دینی تھی۔فواد کے خلاف یا اپنے خلاف۔

لاؤنج میں تینوں چچا انتظار کر رہے تھے۔ کلف لگے سفید شلوار قمیص میں آغا جان کمر پہ ہاتھ باندھے ادھر ادھر بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔اسے راہداری سے آتے دیکھا تو رک گئے۔

"چلیں۔" وہ سپاٹ چہرہ لیے ان کو دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھی اور اسے کھول کر باہر نکلی۔وہ سب اکٹھے باہر نکلے۔

گیٹ کھلا یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں پورچ سے باہر سڑک پہ رواں دواں تھیں۔اس اونچے گھر کی بہت سی کھڑکیوں میں بہت سی عورتیں ان کو جاتے دیکھ رہی تھیں۔گاڑیاں گم ہو گئیں تو لڑکیوں نے پردے چھوڑ دیے۔

زرد سی راہداری میں وہ سمٹی سمٹائی' نگاہیں نیچی کیے آغا جان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ادھر ادھر پولیس والے' وکلاء اور کتنے ہی لوگ گزر رہے تھے۔ بہت وحشت ناک سی جگہ تھی وہ۔اس سے سر نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔بس لمحے بھر کو اس نے چہرہ اوپر کیا تو کاریڈور کے اختتام پہ وہ کھڑا تھا' اپنے کسی سپاہی کو اکھڑتے تیور لیے غصے سے کچھ کہتا' یونیفارم میں ملبوس'

سر پہ کیپ۔وہ بہت وجیہہ تھا۔اور زندگی میں پہلی دفعہ محمل کو اس پہ غصہ نہیں آیا تھا۔اسے ان تمام لوگوں میں ایک وہی اپنا ہمدرد لگا تھا۔

اس نے نگاہیں جھکا لیں۔ کاریڈور کے موڑ کے قریب ہی تھی جب ہمایوں کی نگاہ اس پہ پڑی اور وہ ٹھہر گیا۔ آغا کریم کے بائیں کندھے کے پیچھے چھپی ہوئی' گردن جھکائے آئی' سیاہ چادر میں لپٹی لڑکی جس کے چہرے پہ زمانوں کی تھکن رقم تھی۔اس نے سر نہیں اٹھایا۔وہ اسے دیکھتا رہا' یہاں تک کہ وہ اس کے قریب سے سر جھکائے گزر گئی۔

ہاں آغا کریم نے ایک متنفر نگاہ اس پہ ضرور ڈالی تھی۔

وہ اب گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔شاید وہ اس کی آنکھیں دیکھنا چاہتا تھا۔انہیں پڑھنا چاہتا تھا۔کاریڈور کے درمیان میں یکدم اس کالی چادر والی لڑکی نے گردن پیچھے کو موڑی۔دونوں کی نگاہیں لمحے بھر کو ملیں' اسے محمل کی آنکھوں میں زمانوں کی تھکن دکھی تھی۔پھر اس نے چہرہ موڑ لیا اور اسی طرح سر جھکائے اپنے چچاؤں کے نرغے میں آگے چلتی گئی۔

کمرۂ عدالت میں وہ قطار کی بائیں نشست پر سب سے پیچھے بیٹھی تھی۔ آغا جان اس کے دائیں طرف تھے۔اس کے بائیں جانب کچھ نہ تھا' قطار خالی تھی۔ وہ سر جھکائے ساری کارروائی سنتی رہی۔اس سے نظر تک نہ اٹھائی جاتی تھی۔یوں جیسے ہر کوئی اسے ہی دیکھ رہا ہو۔

اور پھر ایک ساعت کو جیسے ہی اس نے سر اٹھایا۔وہ دوسرے اسٹینڈ میں بیٹھا گردن ترچھی کیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ہمایوں کی نگاہوں میں سوال تھے۔ چبھتے ہوئے' پریشان کن سوال۔اس سے زیادہ دیر دیکھا نہ گیا۔وہ گردن موڑ کر آغا جان کو دیکھنے لگی جو لب بھینچے وکلاء کے دلائل سن رہے تھے۔نگاہوں کے ارتکاز پہ چونک کر محمل کو دیکھا۔

"کیا؟" وہ جس طرح انہیں دیکھ رہی تھی' وہ ذرا سے الجھے۔

"جائیداد میں میرا حصہ مجھے مل جائے گا؟" اس نے سرگوشی کی' نگاہیں ان پر سے ہٹائے بغیر۔

"ہاں کیوں نہیں؟"

"یہی اگر میں پوچھتی کہ کیوں نہیں تو؟"

"کیا مطلب؟"

"میں ابھی جا کر ہمایوں داؤد کے خلاف بیان دوں تو' کیا گارنٹی ہے کہ آپ مکر نہیں جائیں گے؟"

"تمہیں مجھ پہ شک ہے؟"

"اگر ہے تو؟"

آغا جان کے ماتھے پہ غصے کی لکیر ابھری جسے وہ ضبط کر گئے۔"تم اب کیا چاہتی ہو؟"

"یہ!" اس نے کالی چادر میں سے بیگ نکالا' زپ کھولی اور ایک کاغذ اور پین نکال کر ان کی طرف بڑھائے۔

"میری صرف فیکٹری میں شیئرز کی قیمت نو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔باقی کا حساب میں ابھی نہیں مانگ رہی۔یہ آپ کی چیک بک کا چیک ہے رقم میں نے بھر دی ہے' اسے سائن کر دیں۔" اس نے پین ان کے سامنے کیا' وہ کبھی اس کو دیکھتے' کبھی پین کو۔

"آغا جان! محمل بکی نہیں ہے۔ آپ مجھ سے میری آخرت خرید رہے ہیں۔ اگر میں نے جھوٹی گواہی دی' تو میں پل صراط پار کرنے سے پہلے ہی گر جاؤں گی۔اگر گرنا ہے تو کچھ ورتھ تو ہونا چاہیے نا' آپ یہ سائن کریں۔ میں ابھی جا کر جھوٹی گواہی دیتی ہوں۔"

اس نے پین اور چیک ان کے ہاتھ پہ رکھا۔

"اس ہال میں کوئی میرے اشارے کا منتظر ہے' میں یہ چیک سائن کروا کر ابھی اس کو بینک بھیجتی ہوں جیسے ہی چیک کیش ہو گا' وہ مجھے سگنل کرے گا' تب میں گواہی دے دوں گی' ورنہ نہیں۔"

انہوں نے چیک کو ایک نظر دیکھا۔اور پھر پین کو۔

دوسری طرف محمل کا نام پکارا گیا۔وہ انہیں متنبہ نگاہوں سے دیکھتی اٹھی اور سر اٹھائے پورے اعتماد

Scan & PDF FIAZ AHMED Fiction Korner .com

سے کٹہرے کی طرف بڑھی۔

آغا کریم کبھی چیک کو دیکھتے اور کبھی اسے جو کٹہرے میں کھڑی تھی اور اس کے سامنے غلاف میں لپٹا قرآن لایا گیا تھا' وہ نگاہیں ان پہ جمائے پلک جھپکے بغیر قرآن پہ ہاتھ رکھ کر چند فقرے دہرا رہی تھی۔

انہوں نے آخری بار چیک کو دیکھا' اور پھر طیش میں آکر اسے مروڑ کر دو ٹکڑے کیے۔

محمل تلخی سے مسکرائی' سر جھٹکا اور وکیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

فواد کی ضمانت منسوخ ہو گئی' اس کے خلاف ثبوت بہت سے تھے۔ وہ واپس جیل بھیج دیا گیا۔

واپسی کا سفر بہت خاموشی سے کٹا۔ وہ آغا جان کی لینڈ کروزر کی پچھلی سیٹ پہ بہت خاموشی سے سارا راستہ باہر دیکھتی آئی تھی۔ جب کار پورچ میں رکی تو وہ سب سے پہلے اتری۔

لان میں بہت سی عورتیں تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھیں۔

"کیا ہوا؟" وہ کسی کو دیکھے بغیر تیزی سے اندر چلی گئی۔

"اس احسان فراموش لڑکی نے فواد کے خلاف گواہی دے دی۔"

"ذلیل نہ ہو تو۔"

"مگر فکر کی بات نہیں ہے' وہ جلد ہی باہر آجائے گا' کیس اتنا مضبوط نہیں ہے۔"

غفران چچا اور اسد چچا انہیں تسلی دینے لگے' مگر تائی مہتاب کا چہرہ سفید پڑتا گیا۔

"ہائے میرا فواد۔" وہ سینے پہ دو ہتڑ مار کر اونچا اونچا رونے لگیں' روتے روتے وہ لڑھکنے کو تھیں کہ فضہ اور ناعمہ نے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ پل بھر میں لان میں کہرام مچ گیا تھا۔ اپنے کمرے میں پردے کو ہاتھ میں پکڑ کر ذرا سی جھری سے دیکھتی وہ پُرسکون کھڑی تھی۔ کالی چادر سر سے پھسل کر پیچھے گردن پہ پڑے بالوں پہ پھسل گئی تھی۔ بھورے بال چہرے کے اطراف میں گرے تھے۔ وہ کانچ سی سنہری آنکھیں سکیڑے پُرسوچ نگاہوں سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ ستون سے ٹیک لگائے ننگے پاؤں گھاس پہ رکھے بیٹھی تھی۔ جوتے ساتھ اترے پڑے تھے۔ سفید شلوار قمیص اور سر پہ گلابی اسکارف کس کر باندھے وہ گردن جھکائے دونوں ہاتھوں میں چھوٹا قرآن لیے پڑھ رہی تھی۔ چھٹی ہو چکی تھی اور لڑکیاں ادھر ادھر گزرتی باہر جا رہی تھیں۔ اسے سورۃ کہف پڑھنی تھی۔ آج جمعہ تھا۔

"السلام علیکم۔" سارہ آہستہ سے آئی اور اس کے ساتھ پاؤں لٹکا کر سیڑھی پہ بیٹھی۔

اس نے صفحے کا کنارہ پکڑے سر کے اثبات سے جواب دیا اور صفحہ پلٹا۔

ربیعہ اپنی گود میں رکھی اسائنمنٹ حل کرنے لگی۔ گیٹ کے قریب فرشتے کھڑی ایک لڑکی سے بات کر رہی تھی۔ وہ لڑکی منمناتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی' مگر فرشتے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ اس کا ازلی پُراعتماد' مضبوط اور دوٹوک مگر نرم انداز۔

"کیا کر رہی ہو سارہ؟"

"فرشتے باجی کی اسائنمنٹ کر رہی ہوں' فرشتے باجی نے دی ہے۔" الجھ کر سر اٹھایا۔ "یہ دین اور مذہب میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

"دین ریلیجن کو کہتے ہیں' جیسے اسلام اور مذہب کسی بھی دین کے کسی اسکول آف تھاٹ کو کہتے ہیں۔ مسلک کسی مذہب کے اندر کسی طریقے کا نام ہوتا ہے' مثلاً" فقہی مسالک جیسا کہ شافعی' حنفی وغیرہ۔ آئی سمجھ؟"

"ہوں۔ تمہارا فہم اچھا ہے محمل!"

"فرشتے نے سمجھایا تھا اس دن۔" اس نے ذرا سی گردن موڑی۔ فرشتے اسی طرح اس سے بات کر رہی تھی۔ سارہ بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اسے

دیکھنے لگی۔

"فرشتے کی آئیز (آنکھیں) مجھے بہت پسند ہیں۔" محمل کے لبوں سے پھسلا۔

"ہاں' بہت مشابہت ہے' آئی نو۔" وہ بری طرح چونکی۔

"مشابہت؟" وہ ایک دم بہت پُرجوش ہو کر اس کی طرف پوری مڑی۔ "مشابہت ہے نا سارہ! مجھے ہمیشہ فرشتے کی آنکھیں دیکھ کر لگا ہے کہ یہ کسی سے بہت ملتی ہیں۔ تمہیں پتا ہے کس سے ملتی ہیں؟"

"تو تمہیں نہیں پتہ؟" ربیعہ حیران ہوئی۔

"کیا ان کے کزن سے؟"

"کزن کون؟"

"چھوڑو' تم بتاؤ' کس۔۔۔ کس سے ملتی ہیں؟"

ربیعہ کچھ دیر حیرت سے اسے دیکھتی رہی' پھر ہنس پڑی۔

"تم سے ملتی ہیں محمل۔ بالکل تمہارے جیسی ہیں۔ کیا تم آئینہ نہیں دیکھتیں؟"

"مجھ سے؟" محمل ساکت رہ گئی۔ اپنا چہرہ ہر وقت نگاہوں کے سامنے نہیں رہتا' شاید اس [illegible] عرصے میں اندازہ نہ کر سکی۔

اس لڑکی کی کسی بات پہ فرشتے ذرا سی مسکرائی۔ اس کی آنکھیں مسکراتے ہوئے کناروں سے ذرا سی چھوٹی ہو گئیں۔ بالکل اس کی اپنی طرح۔ ہو بہو۔ وہ پلک جھپکے بنا اسے دیکھے گئی۔

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے' گھٹنوں پہ کتاب رکھے سوچ میں گم تھی۔ بھورے بال کھلے شانوں پہ گرے تھے۔ مسرت اندر داخل ہوئیں تو وہ اسی طرح خلا میں گھور رہی تھی۔ آہٹ پہ چونکی۔

"اماں۔۔۔ بات سنیں۔"

"ہاں بولو۔" مسرت الماری کھول کر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

"آپ ماموں لوگوں سے پھر کبھی نہیں ملیں؟"

"نہیں۔" ان کے ہاتھ لمحے بھر کو تھمے' پھر دوبارہ کپڑے الٹ پلٹ کرنے لگے۔

"ماموں کی ایک ہی بیٹی ہے نا؟"

"ہاں شاید۔"

"اس کا نام کیا ہے۔"

"پتہ نہیں' وہ میری شادی کے بعد ہوئی تھی۔" وہ مطلوبہ کپڑا نکال کر کھلے دروازے سے باہر چلی گئیں۔

اور یہ تو وہ جانتی تھی کہ اماں شادی کے بعد ماموں سے کبھی نہیں ملیں۔ نہ ہی وہ خود کبھی ان سے ملی تھی۔ اس نے تو ان کو دیکھا تک نہ تھا' اماں اور ابا کی پسند کی شادی تھی۔ اور اماں کے خاندان والوں نے پھر کبھی کوئی رابطہ نہ رکھا تھا۔ آج فرشتے کی آنکھیں دیکھ کر اسے یونہی کچھ لگا تھا کہ شاید۔۔۔ مگر خیر۔۔۔

"ہم نے فیصلہ کر دیا ہے۔" باہر تائی کے زور سے بولنے کی آواز پہ یکدم اس کا دل دھڑکا۔ وہ کتاب بند کیے لحاف اتار کر تیزی سے ننگے پاؤں باہر آئی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔

[illegible] آغا جان اور مہتاب تائی [illegible] [illegible] اور مسرت ان کے سامنے [illegible] دروازہ کھلنے کی آواز پہ مسرت نے اسے دیکھا۔ بے بسی' آنکھوں میں آنسو۔

"اپنی بیٹی کو بھی بتا دینا۔" تائی نے ایک تفاخر بھری نگاہ اس پہ ڈالی "ہم اس کو بہو بنا رہے ہیں' ہمارا احسان ساری زندگی بھی تم دونوں چاہو تو نہیں اتار سکتیں۔"

وہ جہاں تھی' وہیں کھڑی رہ گئی۔ تو کیا فواد واقعی جیل سے باہر آجائے گا؟

"مگر بھابھی۔۔۔" مسرت کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز آئی۔ "محمل۔۔۔ محمل کبھی نہیں مانے گی وسیم کے لیے۔"

"وسیم؟" وہ جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اور یہ چند روز پرانی ہی تو بات تھی جب فریدہ پھوپھو نے گھر آکر خوب مزے لے کر وسیم کے چند "آنکھوں دیکھے قصے" سنائے تھے۔ فریدہ پھوپھو محمل کے ابا کی کزن تھیں اور ہر خبر سارے خاندان میں سب سے پہلے ان کے پاس پہنچتی تھی۔ گھر میں تو چلو ان کو تائی نے چپ کرادیا' مگر ہفتے بعد ہی ایک شادی کی تقریب میں انہوں نے وہی قصے چھیڑ دیے' ابھی فواد کی گرفتاری کے چرچے پرانے نہیں ہوئے تھے کہ خاندان والوں کے ہاتھ ایک اور شوشہ لگ گیا۔

پوری تقریب گویا اکھاڑہ بن گئی۔ تائی مہتاب ان عورتوں کو جتنا لعن طعن کرسکتی تھیں کیا' مگر وہ اکیلی تھیں اور مقابل پورا جتھا تھا۔ معنی خیز نگاہیں اور طنزیہ انداز۔

"برا نہ ماننا مہتاب بھابھی! مگر وسیم کو میرے سمیع نے ہی نشے کی حالت میں رات کے دو بجے سڑک سے اٹھا کر تمہارے گھر پہنچایا تھا۔"

"ہاں تو سمیع خود اس وقت ادھر کیا کر رہا تھا؟" تائی ہاتھ نچاتے ہوئے غصے سے بے قابو ہو کر بولی تھیں۔

وسیم کی بات بچپن سے آغا جان کے چچازاد آغا سکندر کی بیٹی کے ساتھ طے تھی۔ کچھ عرصے سے آغا سکندر کی فیملی کھنچی کھنچی سی رہنے لگی تھی اور جب یہ باتیں منظر عام پہ آئیں تو انہوں نے فون پہ ہی دو ٹوک رشتہ ختم کردیا۔

"گزرے برسوں کی ایک نادانی تھی' وہ مہتاب بھابھی! بھلا کس طرح ہم اپنی بیٹی کو اس لڑکے سے بیاہ دیں جسے پورے خاندان میں کوئی رشتہ دینے کو تیار نہیں؟"

"اور میں بھی آپ کو خاندان کی سب سے خوب صورت لڑکی وسیم کی دلہن بنا کر دکھاؤں گی۔" تائی نے بھی کھولتے ہوئے فون پٹخا تھا۔

محمل کو قابو کرنے' اس کی جائیداد حاصل کرنے اور وسیم کو بیاہ کر خاندان میں گردن اونچی کرنے کا بہترین حل تائی کو نظر آہی گیا تھا۔ انہوں نے ایک تیر سے تین شکار کرلیے تھے۔

☆ ☆ ☆

وہ سر جھکائے تیز تیز سڑک کے کنارے چلتی جارہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ لمبے سیدھے بھورے بال شانوں پہ پھیل کر کمر پہ گر رہے تھے' کہاں' کدھر' اسے کچھ پتا نہ تھا۔

زندگی اس کے ساتھ یوں بھی کرسکتی ہے' اس نے تو سوچا بھی نہ تھا' ایک تنگ پھندا تھا جو اسے اپنی گردن کے گرد کستا محسوس ہو رہا تھا۔

اداس درختوں کی گھنی باڑ آج بھی ویسے ہی کھڑی تھی۔ شام کے پرندے شاخوں پہ لوٹ آئے تھے۔ وہ راستہ جانا پہچانا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی' جب اس کی سماعتوں نے وہ آواز سنی۔

"محمل۔۔۔ رکو۔"

مگر وہ نہیں رکی' اسے رکنا نہیں تھا' وہ رکنے والا راستہ تھا بھی نہیں۔

"محمل!" وہ تیز دوڑتا اس کے ساتھ آملا۔ "بات تو سنو۔"

پھولی سانسوں سے اس کے بائیں طرف اس کی رفتار سے بمشکل مل پاتا وہ ہمایوں تھا' ٹریک سوٹ میں ملبوس' وہ شاید جاگنگ سے آرہا تھا۔

"کیا ہوا ہے محمل؟ مجھے بھی نہیں بتاؤ گی؟"

اس کے قدم تھمے' بہت آہستہ سے اس نے گردن اٹھائی' بھیگی سنہری آنکھوں سے آنسو مسلسل گر رہے تھے۔

"میرا اور آپ کا کیا رشتہ ہے جو میں آپ کو بتاؤں؟"

"کیا انسانیت کا رشتہ کچھ نہیں ہوتا؟"

"کچھ نہیں ہوتا۔" وہ تیزی سے چلنے لگی تھی۔

"مگر ہوا کیا ہے؟"

"میری تائی نے میرا رشتہ اپنے آوارہ بیٹے سے طے کردیا ہے۔"

"تو تم رو کیوں رہی ہو؟"

"پھر کیا خوشی مناؤں؟" وہ پوری اس کی طرف

گھومی۔ غصہ بہت شدت سے ابلا تھا۔ یہی شخص تھا اس کی ہر مشکل کا ذمہ دار۔

"ٹھیک ہے' تم صاف انکار کردو۔ کچھ اور کرلو' لیکن اگر یوں اپنے آپ پہ ظلم سہتے روتی رہو گی تو گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گی۔" اس نے بھیگی آنکھوں سے ہمایوں کا چہرہ دیکھا' مغرور' مگر فکرمند چہرہ۔

"میں مروں یا جیوں' آپ کو کیا فرق پڑتا ہے؟"

اس کے انداز پہ وہ چند لمحے لب بھینچے خاموش کھڑا رہا' پھر گہری سانس اندر کو کھینچی۔ "ہاں' مجھے نہیں فرق پڑتا۔" اور واپس پلٹ گیا۔

"ہونہہ!" محمل نے استہزائیہ سر جھٹکا۔ "آپ وہ ہی ہیں نا' بیچ راہ میں چھوڑ دینے والے۔" وہ جیسے چونک کر پلٹا۔

اسی پل ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا تھا۔ اس کے بھیگے چہرے کے اطراف میں گرے بال پیچھے کو اڑنے لگے تھے۔

"اور آپ کو پتا ہے ہمایوں! اسی لیے آپ سے میں نے کبھی امید ہی نہیں لگائی تھی' پھر کیا میں نہ روؤں۔" وہ کہہ کر واپس پلٹ گئی' ہوا بھی پلٹ گئی' شام کے پرندے بھی پلٹ گئے۔

وہ ساکت سا تارکول کی ویران سڑک پہ کھڑا رہ گیا۔ درختوں کی باڑ اب بھی اداسی سے سر جھکائے کھڑی تھی

☆ ☆ ☆

اس نے اسٹاف روم کے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔ چند لمحے منتظر سی کھڑی رہی' پھر جواب نہ پاکر اندر جھانکا۔ اسٹاف روم خالی تھا۔

وہ کتابیں سینے سے لگائے متذبذب سی واپس پلٹ گئی۔ اسی پل سامنے سے ایک گروپ انچارج آتی دکھائی دی۔

"السلام علیکم' باجی میم فرشتے کدھر ہیں؟"

"فرشتے باجی ہاسٹل میں لائبریری میں ہوں گی' ان کو کچھ کام تھا' اسی لیے وہ آج آنہیں سکیں۔"

"اچھا۔" وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگی۔

لائبریری کا گلاس ڈور کھلا تھا۔ اس نے قدرے جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا۔

کتابوں کے اونچے ریکس' اور دیوار گیر فرنچ ونڈوز' لائبریری کا مخصوص خاموش ماحول۔

"فرشتے؟" اس نے ہولے سے پکارا۔ خاموش لائبریری کا تقدس زخمی ہوا تو وہ گڑبڑا کر چپ ہوگئی۔

"ادھر۔" لائبریرین کسی کونے سے نکل کر آئی اور ایک طرف اشارہ کیا' وہ شرمندہ سی ادھر لپکی۔

چند ریکس سے گزر کر اس نے دوسری طرف جھانکا۔

وہ کتاب اٹھائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی' ہلکے گلابی شلوار قمیص پہ گرے دوپٹہ شانوں کے گرد لپیٹے' فرشتے کی اس کی طرف پشت تھی' محمل کو اس کی کمر پہ گرتے سیدھے بھورے بال دکھائی دیے تھے۔

وہ ذرا سی حیران ہوئی تھی۔ اس نے ہمیشہ حجاب میں ملبوس فرشتے کو دیکھا تھا۔ سر ڈھکے بغیر تو وہ قطعاً "مکمل" لگ رہی تھی۔

"فرشتے!" وہ جیسے چونک کر مڑی' اسے دیکھا تو مسکرادی۔ "ارے ماشاء اللہ' آج تو لوگ لائبریری آئے ہیں۔"

"مگر صرف آپ سے ملنے۔"

"بیٹھو۔" وہ کھڑکی سے لگی کرسی پہ آبیٹھی' جس کے سامنے میز تھی۔ میز کے اس طرف ایک خالی کرسی رکھی تھی۔ وہ محمل نے سنبھال لی اور کتابیں میز پہ رکھ دیں۔

"مجھے ہمایوں نے کچھ بتایا تھا۔" وہ کہنے لگی تو محمل خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

لمبے سیدھے بھورے بال جو اس نے کانوں کے پیچھے کر رکھے تھے۔ دمکتی رنگت والا چہرہ اور کانچ سی سنہری آنکھیں' اس کے نقش مختلف تھے' مگر آنکھیں اور بال یوں تھے جیسے وہ آئینہ دیکھ رہی ہو۔

"تو تمہارا رشتہ انہوں نے اپنے بیٹے سے طے کردیا ہے؟"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

محمل نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا۔
"تو تم انکار کردو۔"
"کس کے لیے انکار کروں؟ اس کے لیے جو بیچ راہ میں چھوڑ جاتا ہے؟" وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکی۔ یہ تو ابھی اس نے اپنے دل سے بھی نہ کہا تھا' فرشتے سے کیسے کہتی؟
"میں کیوں انکار کروں؟ کیا میں صبر کر کے اجر نہ لوں؟"
"محمل! مظلومیت اور صبر میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق احتجاج کرنے کا حق رکھنے کا ہوتا ہے' بجائے اپنی زندگی خراب کرنے کے' تم ایک بہتر راستہ چن لو' صاف صاف انکار کردو۔"
"مجھے ان کے ری ایکشن سے ڈر لگتا ہے۔"
"اس پہ تم صبر کرلینا۔" وہ ہلکی سی مسکرائی۔ "رشتہ داروں کے ساتھ بہت صبر سے گزارا کرنا پڑتا ہے لڑکی۔"
"آپ کرتی ہیں صبر؟"
"کیا مطلب؟"
"آپ کے رشتہ دار ہیں فرشتے؟ آپ کے پیرنٹس؟ اور ہمایوں کے پیرنٹس۔" اس نے سوال ادھورا چھوڑ دیا۔ جانتی تھی فرشتے کو ادھورے سوال پڑھنے آتے ہیں۔
"میری امی کی ایک ہی بہن تھیں' ہمایوں ان کا بیٹا ہے۔ ان کی ڈیتھ کے بعد امی نے ہمایوں کو گود لے لیا تھا۔ یہ بہت پرانی بات ہے' ڈیڑھ سال پہلے میری امی کی ڈیتھ ہوگئی۔ پھر میں نے اور ہمایوں نے فیصلہ کیا کہ گھر میں ہمایوں رہے اور میں ہاسٹل میں رہوں۔"
"اور آپ کے ابو؟"
"میں میٹرک میں تھی جب ان کی ڈیتھ ہوئی۔"
"آپ کے ابو کی کوئی بہن تو ہوں گی؟" اس نے اندھیرے میں تیر چلایا۔
"ہاں۔ ایک بہن ہیں۔" فرشتے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔
"کدھر رہتی ہیں؟"
"یہیں' اسی شہر میں۔"
"وہ آپ سے ملتی ہیں؟"
"نہیں' کچھ پرابلمز کی وجہ سے وہ لوگ مجھ سے نہیں ملتے۔"
"اور آپ؟"
"میں کوشش تو کرتی ہوں کہ ہر عید پہ ان کے گھر ہو آؤں' لیکن وہ میرے اوپر دروازے بند کردیتے ہیں۔"
"پھر؟" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتی آگے کو ہوئی۔
"پھر میں کیک اور پھول دے کر واپس آجاتی ہوں۔ میری اتنی ہی استطاعت ہے' آگے کیا کرسکتی ہوں؟" وہ سادگی سے مسکرائی۔
(کیک اور پھول؟ عیدوں پہ بہت جگہوں سے مٹھائی اور کیک' پھول وغیرہ آتے تھے' کیا وہ بھی بھیجتی تھی؟)
"آپ کی پھوپھو کے کتنے بچے ہیں؟"
"ایک ہی بیٹی ہے۔" اور اسے پتا تھا فرشتے جھوٹے نہیں بولتی' اس کا تجسس تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔
"کیا عمر ہوگی اس کی؟"
"مجھ سے تو چند سال چھوٹی ہی ہے۔"
"نام کیا ہے؟"
"یہ ضروری تو نہیں ہے محمل!" فرشتے جیسے ذرا سی مضطرب ہوئی تھی۔
"ہوسکتا ہے میں آپ کی فیملی کو ملانے میں کچھ مدد کرسکوں؟"
"نہیں۔" فرشتے نے بغور اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔ "تم میری پھوپھو کی بیٹی کو نہیں جانتیں۔"
"پھر بھی۔۔۔"
"کیا ہم ٹاپک چینج کرسکتے ہیں؟"
اس کے ازلی ٹھوس اور قطعی انداز پہ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔
"یہ کھڑکیاں بہت خوب صورت ہیں۔" وہ کہہ کر پُرسوچ انداز میں کھڑکی کے باہر اترتی صبح کو دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

رات کھانے کے بعد اس نے سب کے کمروں میں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چلے جانے کا انتظار کیا' یہاں تک کہ لاؤنج میں ٹی وی کے آگے جم کر بیٹھی لڑکیاں بھی اٹھ اٹھ کر جانے لگیں اور لاؤنج خالی رہ گیا تو وہ دبے قدموں باہر نکلی۔ آج اسے آغا جان کو صاف انکار کرنا تھا۔

لاؤنج اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ آغا جان کے بیڈ روم کے دروازے سے روشنی کی لکیر آرہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی دروازے تک آئی۔ قریب تھا کہ وہ دستک دے ڈالتی کہ اندر سے آتی آوازوں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"اس لڑکی سے کوئی بعید نہیں۔ آج پھر میرے آفس آگئی تھی۔" آغا جان کی سوچ میں ڈوبی آواز آئی۔

"کون؟ فرشتے؟" تائی کا حیران کن لہجہ۔ "پھر وہی پرانی بات کرنے کہ محمل کی جائیداد میں اس کا بھی حصہ نکالیں؟"

محمل کو لگا پوری چھت اس پہ آن گری ہے۔

"ہاں' آج وہ آفس آئی تھی اور یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر ہم نے وسیم سے محمل کا رشتہ کرنے کی کوشش کی تو۔"

تایا جان کچھ کہہ رہے تھے اور چند دن پہلے کی پڑھی گئی ایک حدیث اس کے کان میں گونجی' جس کا مفہم کچھ اس طرح تھا کہ اگر کوئی تمہارے گھر میں جھانکے اور تم پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو' تو تم پہ کوئی گناہ نہیں۔ نہیں۔ وہ گھبرا اٹھی۔ اسے نہیں دیکھنا چاہیے۔ وہ غلط کر رہی ہے' وہ کسی کی پرائیویسی میں جھانک رہی ہے۔ اگلے ہی لمحے وہ واپس کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ دروازے کی کنڈی لگا کر وہ پھولی سانس کو قابو کرتی بیڈ پہ گر سی گئی اور دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"محمل کی جائیداد میں فرشتے کا حصہ؟"

گو کہ اسے شک تھا کہ فرشتے کا اس سے تعلق ضرور ہے اور شاید بلکہ یقیناً" وہ اس کے ان قطع تعلق کیے ہوئے ننھیالی رشتہ داروں میں سے ہے' لیکن پھر بھی تائی کے منہ سے اس کا نام سن کر اسے بہت بڑا جھٹکا لگا تھا۔ اس سے بھی بڑا جھٹکا فرشتے کا مطالبہ جان کر' کیا فرشتے نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ محمل کے حصے میں سے اسے بھی کچھ دیا جائے؟ مگر کیوں؟ فرشتے ایسے کیوں کرے گی؟

اس کی نگاہوں میں ایک سراپا لہرایا۔

سیاہ عبایا میں ملبوس گرے اسکارف میں ملائم چہرے کو مقید کیے سنہری آنکھیں جھکائے دونوں ہاتھوں میں چھوٹا قرآن پکڑے بال پوائنٹ سے صفحے پہ کچھ مارک کرتی فرشتے۔

وہ کون تھی؟ اس کا پورا نام کیا تھا؟ وہ ہمایوں سے زیادہ ملتی نہ تھی' لیکن محمل کے متعلق ہر خبر اس کے پاس ہوتی تھی۔ وہ کیوں اس کی خبر رکھتی تھی؟ اور وہ کیوں آغا جان سے ملتی تھی؟

بہت سی الجھنوں کے سرے وہ سلجھا نہ پا رہی تھی' لیکن ایک بات طے تھی' فرشتے کا عظمت بھرا وہ تصور جو اس نے ذہن میں بنا رکھا تھا' کرچ کرچ پاش پاش ہو گیا تھا' پتا نہیں کیوں۔

☆ ☆ ☆

وہ چینی کی پلیٹیں احتیاط سے کیبنٹ سے نکال کر کاؤنٹر پہ رکھ رہی تھی' جب آہٹ پہ چونک کر پلٹی۔ کچن کے کھلے دروازے میں فضہ چچی کھڑی اس کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"جی چچی؟" وہ قدرے الجھی۔ پھر ایک نظر خود پہ ڈالی۔ سادہ سی گلابی شلوار قمیص پر سیاہ دوپٹہ کندھوں کے گرد لپیٹے سلکی بالوں کو اونچی پونی ٹیل میں مقید کیے وہ ہر دن کی طرح ہی لگ رہی تھی' پھر چچی کو کیا ہوا تھا؟

"کچھ چاہیے چچی؟" اس نے پھر پوچھا۔ ان کی نظریں اب اس کو پریشان کرنے لگی تھیں۔

"ہوں' نہیں۔" فضہ چچی نے سر جھٹکا' اور واپس چلی گئیں۔ جاتے سے اسے ان کے چہرے پہ ہلکا سا شفر نظر آیا تھا۔

"ان کو کیا ہوا ہے؟" وہ پلیٹیں کپڑے سے صاف کرتے ہوئے سوچنے لگی' پھر شانے اچکا کر کام میں مصروف ہو گئی۔ ڈنر کا ٹائم ہونے والا تھا اور اسے میز

لگانی تھی۔ سب آتے ہی ہوں گے۔

"میں نے اور مسرت نے وسیم اور محمل کا رشتہ طے کر دیا ہے' آپ سب کو یقیناً" علم ہو گا۔" وہ رائتہ کا ڈونگہ میز پہ رکھ رہی تھی جب آغا جان نے سب کو مخاطب کیا۔

ڈائننگ ہال میں سناٹا سا چھا گیا۔ گو کہ سب کو معلوم ہی تھا' پھر بھی سب چپ تھے۔ وہ سر جھکائے اپنی آخری کرسی پہ آ بیٹھی اور پلیٹ اپنی جانب کھسکائی۔

"یہ فیصلہ آپ نے بالا ہی بالا کر لیا یا مسرت چچی سے پوچھنے کی زحمت بھی کی؟" حسن کے طنزیہ لہجے نے سب کو چونکایا تھا۔ وہ بھی بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی' جو اکھڑے تیوروں کے ساتھ آغا جان کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟ مسرت کی مرضی سے ہوا ہے رشتہ۔" آغا جان برہم بھی ہوئے' اور حیران بھی۔

"کیوں چچی؟" اس نے خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی مسرت کو مخاطب کیا۔ "آپ کو اس وسیم کا رشتہ منظور ہے جسے خاندان میں کوئی بیٹی دینے کو تیار نہیں؟"

مسرت کا جھکا سر مزید جھک گیا' فضہ نے ناگواری سے پہلو بدلا۔

"بتائیے چچی! اگر آپ خاموش رہیں تو اس کا مطلب ہے' آپ کے ساتھ آغا جان نے زبردستی کی ہے۔"

"کیا بکواس ہے یہ حسن؟"

"آغا جان! مجھے مسرت چچی سے بات کرنے دیں۔" حسن کی آواز بلند ہونے لگی تھی۔ سب دم بخود اس کو دیکھ رہے تھے۔

"بتائیے چچی! آپ کو یہ رشتہ منظور ہے؟"

"نہیں!" محمل نے قطعی انداز میں کہا۔ اسے معلوم تھا اس کی ماں کچھ نہیں بول سکے گی۔

سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ خود حسن بھی قدرے ٹھٹکا۔

"تم بیچ میں مت بولو۔" آغا جان برہم ہوئے۔

"؟ بھی نہیں بولی تو نکاح کے وقت انکار کر دوں گی۔ یہ حق مجھے میرے دین نے دیا ہے' آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں کورٹ تک چلی جاؤں گی۔"

"مگر تمہیں کیا مسئلہ ہے وسیم سے؟" غفران چچا جھنجلائے۔ ایسی ہی جھنجلاہٹ فضہ کے چہرے پہ بھی تھی۔

"اگر وسیم اتنا ہی اچھا ہے تو غفران چچا آپ ندایا سامیہ باجی کا رشتہ اس کے ساتھ کیوں نہیں کر دیتے؟"

بہت دنوں بعد پورے گھر نے پرانی محمل دیکھی تھی۔

"شٹ اپ!"

"میں انکار کر چکی ہوں' اگر آپ لوگوں کو مزید اپنی بے عزتی کروانے کا شوق ہے تو میں نکاح کے موقع پہ اس سے بھی زوردار انکار کروں گی۔"

"ارے شکر کرو کہ ہم تمہیں بہو بنا رہے ہیں۔" بہت دیر سے خاموش بیٹھی تائی مہتاب ضبط نہ کر پائیں۔ "تم لڑکی ایک رات گھر سے باہر رہ چکی ہو' ایسے کوئی نہیں قبول کرتا' ہم بہو نہ بنائیں تو کون قبول کرے گا تمہیں۔"

"میں!" حسن جیسے بھڑک کر بولا تھا۔ "میں قبول کروں گا محمل کو۔ وہ وسیم سے شادی نہیں کرنا چاہتی' میں اپنا نام مسرت چچی کے سامنے رکھ رہا ہوں اور چچی! میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔"

"ہرگز نہیں۔" فضہ پھٹ پڑیں۔ "میں اس لڑکی کو کبھی قبول نہیں کروں گی جو کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔"

"ممی!" وہ زور سے چیخا تھا۔

اس سے مزید سنا نہیں گیا' وہ کرسی دھکیل کر بھاگتی ہوئی ڈائننگ ہال سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

بریگیڈیئر فرقان کا بنگلہ' جس کے ٹیرس پہ بوگن ویلیا کی بیلوں کا راج تھا' آج بھی اسے ویسا ہی اداس اور

Scan & PDF MAZ AHMED Friends Forever.com

ویران لگا تھا' بلکہ وہ شاید ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا۔ مکین کے خود قرآن پڑھنے اور مکان کو محض سنوانے میں بہرحال فرق تو ہوتا ہے۔

آج پھر وہ چند پمفلٹس ہاتھ میں پکڑے ان کے گیٹ پہ کھڑی تھی۔

بیل پہ ملازم نے بھاگ کر چھوٹا دروازہ کھولا۔

"جی بی بی؟" اس نے سر باہر نکالا۔

"مجھے بریگیڈیئر فرقان سے ملنا ہے' وہ اندر ہیں؟"

"جی وہ کام کر رہے ہیں۔"

"ان سے کہو محمل آئی ہے!" قدرے تحکم سے کہہ کر وہ سینے پہ بازو باندھے وہیں کھڑی ہو گئی۔ فوراً" ملازم اندر کو دوڑا۔ چند لمحے ہی بعد اس کی واپسی ہو گئی۔

"صاحب کہہ رہے ہیں آپ اپنے یہ کاغذ لے لیں۔" اس نے پرانے پمفلٹس اس کی طرف بڑھائے۔

"انہوں نے پڑھ لیے ہیں؟"

"نہیں جی' وہ مصروف تھے۔"

"اپنے صاحب کو کہو یہ ان پہ میری امانت تھی' جب انہوں نے لیے تھے تو میری سونپی گئی ذمہ داری بھی انہیں نبھانی تھی' ورنہ لینے سے ہی انکار کر دیتے۔ انہوں نے خیانت کر کے یہ لوٹائے ہیں اور اگر میں نے معاف نہیں کیا تو ان کو معافی نہیں ملے گی۔" ملازم ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا' پھر اندر لپکا۔

"صاحب آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔" وہ پیغام دے کر جلد ہی واپس آیا تھا۔

"شکریہ۔" وہ پورے اعتماد سے اندر چلی آئی۔

اسٹڈی کا دروازہ کھلا تھا۔ محمل نے چوکھٹ میں کھڑے کھڑے دروازہ انگلی کی پشت سے بجایا۔

اسٹڈی ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پہ بیٹھے بریگیڈیئر فرقان نے کتاب پہ جھکا سر اٹھایا اور عینک کے پیچھے سے اسے دیکھا جو دروازے کے بیچ کھڑی تھی۔

یونیفارم کی سفید شلوار قمیص اور چہرے کے گرد نفاست سے لپٹا تر و تازہ گلابی اسکارف جو پیچھے سے اونچی پونی کے باعث ذرا سا اٹھ گیا تھا۔ ہاتھ میں چند پمفلٹس پکڑے وہ دراز قد سنہری آنکھوں والی لڑکی منتظر سی کھڑی تھی۔

"کم ان۔" بریگیڈیئر فرقان نے چشمہ اتار کر میز پہ رکھا' کتاب بند کی' اور کرسی پہ قدرے پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"میں کچھ پمفلٹس دے کر گئی تھی۔"

"اور میں نے واپس کر دیے تھے' اور کچھ؟" ان کے بارعب چہرے پہ قدرے ناگواری تھی۔

"جی' یہ کچھ اور ہیں۔" وہ آگے بڑھی اور چند پمفلٹس ان کی میز پہ رکھے۔ "یہ آپ پڑھ کر مجھے واپس کر دیجیے گا۔"

"مگر مجھے یہ نہیں چاہئیں۔" وہ بے زار سے بولے۔

"میں نے آپ کو چوائس تو نہیں دی سر! آپ کو یہ لینے پڑیں گے' میں کچھ عرصے بعد آ کر واپس لے لوں گی۔ پڑھ کر سنبھال لیجیے گا' ان پہ اللہ کا نام لکھا ہے' امید ہے آپ پھینکیں گے نہیں۔" وہ کھڑی کھڑی کہہ کر تیزی سے واپس پلٹ گئی۔

بریگیڈیئر فرقان نے تلملا کر ایک نظر ان پمفلٹس کو دیکھا' پھر دراز میں ڈال کر اپنی عینک اٹھائی اور کچھ بڑبڑاتے ہوئے کتاب کھول لی۔

☆ ☆ ☆

وہ اپنی دھن میں راہداری میں چلتی جا رہی تھی کہ اچانک دوسری طرف سے آتی فرشتے پہ نگاہ پڑی' اس کے لب بھنچ گئے' بے اختیار ہی وہ پیچھے ہوئی تھی۔

فرشتے نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ چلتی ٹیچر سے فکرمندی سے کچھ کہتی چلی آ رہی تھی۔ محمل الٹے قدموں واپس ہوئی اور برآمدے میں رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی توقع کے عین مطابق فرشتے نے اس کی موجودگی نوٹ نہیں کی۔ ساتھی اور ٹیچر کے ہمراہ نیچے پریئر ہال کی سیڑھیاں اترتی گئی تھی۔

پریئر ہال میں ملک کے نامور مذہبی اسکالر ڈاکٹر سرور

مرزا کے لیکچر کا انعقاد تھا۔ وہ بھی سست روی سے چلتی ہوئی ایک درمیانی صف کی نشست پہ آ بیٹھی۔ ابھی لیکچر شروع نہیں ہوا تھا۔ محمل نے ہاتھ میں پکڑا پاکٹ سائز قرآن کھولا اور یوں ہی پڑھنے کے لیے صفحے پلٹنے لگی۔

فرشتے نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سوال مسلسل اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔

اس نے آغا جان سے محمل کی جائیداد میں سے حصہ کیوں مانگا؟ فرشتے جیسی لڑکی اتنی مادہ پرست ہو سکتی ہے۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس نے مطلوبہ صفحہ پلٹا اور وہ آیات نکالیں جو آج پڑھائی جانے والی تھیں مگر ڈاکٹر سرور کے لیکچر کے باعث آج تفسیر کی کلاس نہیں ہونا تھی۔

"اور ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔"

"اوہ!" گہری سانس لے کر محمل نے قرآن بند کیا۔ "میرا کچھ بھی ریزیوٹ نہیں ہے۔" اس نے آہستہ سے گردن اوپر کو اٹھائی' اور پھر اردگرد دیکھتے ہوئے مسکرا کر سر جھٹکا۔ جب بھی ایسا کچھ ہوتا' اسے لگتا تھا دنیا میں اس سے بے حد پیار آتا تھا۔ اسے لگتا تھا دنیا میں اس سے کوئی کمیونیکیشن موڈ ایجاد نہیں ہوا تھا۔

"مگر ایسا کیا ہے جو مجھے اس سوال کا جواب ملے گا؟"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پھر سے سوچنے لگی تھی۔

ڈاکٹر سرور لیکچر شروع کر چکے تھے۔ پورا ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ دور دور تک پنک اسکارف میں ڈھکے سر دکھائی دے رہے تھے۔ اسٹیج کے قریب چیئرز پہ اسٹاف موجود تھا۔ فرشتے بھی وہیں ایک کرسی پہ بیٹھی' ڈائری پہ تیز تیز لیکچر نوٹ کر رہی تھی۔ اسے نوٹس لیتے دیکھ کر وہ خود بھی چونک کر ڈاکٹر سرور کی طرف متوجہ ہوئی جو روسٹرم پہ کھڑے تھے۔ سر پہ جناح کیپ' سفید داڑھی' شلوار قمیص اور واسکٹ میں ملبوس وہ خاصے منجھے ہوئے اسکالر تھے وہ اکثر ان کو ٹی وی پہ دیکھتی رہتی تھی۔

اپنی سوچوں کو جھٹک کر وہ بغور لیکچر سننے لگی۔

"بعض لوگ قرآن پڑھ کر بھٹکتے ہیں۔ واقعی' ایسا ہوتا ہے۔" وہ اپنی مخصوص انداز میں کہہ رہے تھے "اس لیے بہتر ہے کہ قرآن کسی اچھے غیر متعصب عالم سے زندگی میں ایک دفعہ ضرور پڑھ لینا چاہیے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کا "دامن" پکڑنا ضروری ہے۔ نہیں' بلکہ کسی غیر متعصب تفسیر کو پڑھ کر بھی کسی حد تک قرآن کی سمجھ بوجھ پیدا کی جا سکتی ہے۔ قرآن کو پڑھ کر ہم ہر آیت کے اپنے حالات کے مطابق کئی مطالب نکالیں' وہ مطلب نکالنا غلط نہیں ہے' مگر ظاہر کو باطن سے تشبیہ دینا قطعاً" غلط ہے۔ مثلاً" بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا جو حکم اللہ سبحانہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ذریعے دیا تھا' وہ ہم سب جانتے ہیں۔ اس واقعہ سے ہم یہ سبق تو نکال سکتے ہیں کثرت سوال سے حکم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ وہاں گائے" سے مراد ایک صحابیہ ہیں' نعوذ باللہ بعض لوگوں نے واللہ" یہاں "گائے" سے مراد ایک صحابی کو لیا ہے۔ ایک اور مثال سورہ حجر کی آخری آیات میں ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین آ جائے۔

اب یہاں "یقین" سے مراد "موت" ہے یعنی موت آنے تک عبادت کرتے رہو۔ مگر بعض لوگ یہاں "یقین" سے مراد belief لے کر' اپنی عبادت کو کافی سمجھ کر بس کر دیتے ہیں کہ جی' ہمیں اپنی عبادت پہ یقین آ گیا ہے تو سب عبادتیں بس' ختم!"

"سورہ حجر کہاں تھی بھلا؟" اس نے آہستہ سے اپنا چھوٹا قرآن کھولا اور صفحے پلٹنے لگی۔ سورہ حجر ملی تو اس نے اس کی آخری آیات کھولیں۔ آیت وہی تھی جو وہ کہہ رہے تھے۔ مگر آخر تین الفاظ عربی میں "حتی یاتی الیقین" تھے۔ (حتی کہ یقین آ جائے)

"یقین؟" اس نے "الیقین" یہ انگلی پھیری' پھر الجھ کر ڈاکٹر سرور کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"یہاں پہ یقین سے مراد یقین نہیں بلکہ موت

Scan & PDF FIAZ AHMED Pakistanipoint.com

ہے۔ سو اس طرح کے الفاظ کا من چاہا مطلب نکالنا انسان کو بھٹکا سکتا ہے۔ اینی کونسچن؟" انہوں نے رک کر ایک گہری نظر ہال پہ ڈالی۔

محمل نے ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

"یس؟" انہوں نے سر کے اشارے سے اجازت دی' وہ ہاتھ میں قرآن پکڑے اپنی نشست سے اٹھی۔

"سر! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ میرے پاس بغیر ترجمے والا مصحف ہے۔ اس میں مذکورہ آیت میں واقعتاً "یقین" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو اس کا مطلب "موت" کیسے ہوا؟ دونوں الفاظ میں خاصا فرق ہے۔"

"اس کا مطلب موت ایسے ہے کہ۔" وہ ذرا دیر کو رکے' اور بغور اسے دیکھا "میں نے س کا مطلب موت نکالا ہے۔"

"جی سر' میرا یہی سوال ہے کہ کیسے؟ اس کی دلیل کیا ہے؟"

"دلیل یہ ہے کہ میں نے' یعنی ڈاکٹر سرور مرزا نے اس کا مطلب موت لیا ہے۔ میں اس ملک کا سب سے بڑا اسلامک اسکالر ہوں۔ آپ میرے کریڈنشلز اٹھا کر دیکھیں' میری ڈگریز دیکھیں۔ کیا میری بات بطور ایک ٹھوس دلیل کے کافی نہیں؟"

اگلی صفوں میں بیٹھی لڑکیاں گردنیں موڑ کر اسے دیکھنے لگی تھیں جو ہاتھ میں چھوٹا قرآن پکڑے کھڑی تھی۔

"سر! آپ کی بات یقیناً" اہم ہے' مگر قرآن کا بعض اس کے بعض کی تفسیر کرتا ہے' حدیث بھی یہ کرتی ہے۔ کیا قرآن یا حدیث میں کہیں یہ ذکر ہے کہ یہاں "یقین" سے مراد موت ہے؟" وہ بہت شائستگی و لحاظ سے مؤدب سی پوچھ رہی تھی۔ ڈاکٹر سرور کے چہرے پہ واضح ناگواری ابھری۔

"یعنی کہ اگر میں آپ کو اس مطلب کی دلیل نہ دوں تو اسے محض میری بات سمجھ کر آپ جھٹلا دیں گی؟ یعنی آپ کو میری بات کے اوپر مزید کوئی دلیل چاہیے۔؟"

"جی!" اس نے ہولے سے سر ہلا دیا۔

"پورے ہال میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ لڑکیاں قدرے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"یعنی آپ ایک دینی اسکالر کو چیلنج کر رہی ہیں۔؟

"سر! میں بہت ادب سے صرف دلیل مانگ رہی ہوں۔"

"اگر اس کی دلیل قرآن و حدیث میں نہ ہو' تو کیا آپ "یقین" کا مطلب "موت" تسلیم کریں گی۔؟"

"نہیں' سر کبھی بھی نہیں۔"

"ہوں۔" ڈاکٹر سرور نے گہری سانس لے کر ہال پہ ایک نظر دوڑائی "کیا کوئی اور بھی ہے جو اپنی عمر سے زیادہ طویل تجربے کے حامل ایک اسکالر کو چیلنج کرے؟ کسی اور کو بھی دلیل چاہیے؟"

بہت سے سر نفی میں ہل گئے۔ وہ اکیلی کھڑی تھی۔

"یعنی تین سو لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کو دلیل چاہیے؟ یہی پڑھا رہے ہیں آپ لوگ اس مسجد میں؟ کون ہیں آپ کی کلاس انچارج؟"

میڈم مصباح کھڑی ہوئیں۔

"کیا آپ اس ناکام کلاس رپورٹ کی ذمہ داری لیتی ہیں؟ دن آؤٹ آف تھری ہنڈرڈ کی؟"

"جی سر!" میڈم مصباح کا سر قدرے جھک گیا۔ ڈاکٹر سرور نے محمل کو دیکھا۔

"کیا آپ کو ابھی بھی دلیل چاہیے؟"

"جی سر!"

وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے' پھر ہلکے سے مسکرائے۔

"المدثر آیت 43-47 میں یقین کا لفظ موت کے لیے استعمال ہے' وہاں سے ہم دلیل لیتے ہیں کہ یہاں بھی یقین سے مراد موت ہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مرعوب ہوئے بغیر ادب کے دائرے میں رہ کر مجھ سے دلیل مانگی' اور مجھے افسوس ہے کہ صرف ایک بچی نے یہ جرات کی۔ باقی سب خاموش رہیں۔ دو سو ننانوے لڑکیوں میں یقیناً" ابھی یہ کمی موجود ہے جو کہ ایک قرآن کلاس کی ناکام کارکردگی کا ثبوت ہے۔ کیا کوئی شخص ڈگریوں کا پلندہ لے کر آپ کے سامنے آئے' خود کو سب سے بڑا مذہبی اسکالر بتائے۔ تو آپ اس کی بات کو بطور دلیل مان لیں گے' کیا آپ کو پہلے دن ہی نہیں بتایا گیا تھا کہ دلیل صرف قرآن یا حدیث ہوتی ہے؟ کسی عالم کی بات دلیل نہیں ہوتی' پھر؟"

بہت سے گلابی اسکارف میں لپٹے سر جھک گئے۔ محمل سرخروسی اپنی نشست پہ بیٹھی۔

ڈاکٹر سرور اور بھی بہت کچھ کہہ رہے تھے' مگر وہ سورہ المدثر کھول کر اس آیت کو کاؤنٹر چیک کر رہی تھی۔

(سورہ المدثر کی 43-47 تک کا ترجمہ ڈاکٹر سرور کی تصدیق کر رہا تھا)

"محمل!"

لیکچر کے بعد وہ کاریڈور میں سے گزر رہی تھی جب فرشتے نے اسے پیچھے سے پکارا۔ اس کے قدم وہیں تھم گئے۔ مگر وہ مڑی نہیں۔ فرشتے تیز تیز چلتی اس کے قریب آئی۔

"آئی ایم پراؤڈ آف یو' محمل!" وہ یقیناً" بہت خوش تھی۔ گرے اسکارف میں مقید اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

محمل اجنبی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"ڈاکٹر سرور تم سے بہت خوش ہیں' انہوں نے ایک سیمینار کے لیے تمہارا نام دے دیا ہے' اور تم میرے ساتھ ادھر جا کر اسپیچ کرو گی۔"

"آپ کے ساتھ؟" وہ بولی تو اس کی آواز میں خزاؤں کی سی خشکی تھی "پھر مجھے نہیں جانا۔"

"کیا مطلب؟" فرشتے کی مسکراہٹ پہلے مدھم ہوئی' اور پھر آنکھوں میں حیرت ابھری۔

"مجھے جھوٹے لوگ سخت ناپسند ہیں!"

"محمل!" وہ ششدر رہ گئی "میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے؟"

"یہ سوال آپ خود سے کیوں نہیں کرتیں۔؟"

"تم سے کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"میں بچی نہیں ہوں فرشتے۔" وہ گویا پھٹ پڑی تھی۔ اندر ابلتے لاوے کو باہر کا راستہ نظر آ گیا تھا۔

"آپ کیوں گئیں میرے آغا جان کے پاس؟ کیا لگتے ہیں وہ آپ کے؟ میں ایک یتیم لڑکی ہوں' کیا آپ کو یتیم کے مال میں سے حصہ چاہیے؟ کیوں کی آپ نے ایسی حرکت؟ آپ کو جانے کس اونچی مسند پہ بٹھا رکھا تھا میں نے' بہت بری طرح خود کو گرایا ہے آپ نے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ ایسے کریں گی' کیا رشتہ ہے آپ کا مجھ سے' آپ جھوٹ نہیں بولتیں' مگر سچ چھپانا بھی تو جھوٹ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا' آپ کی پھپھو کی بیٹی کا کیا نام ہے' آپ نے نہیں بتایا۔ کیوں؟ آخر کیوں؟"

فرشتے کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ جذبات سے عاری' بالکل ساکت' جامد' وہ بنا پلک جھپکے محمل کو دیکھ رہی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ کچھ کہہ نہ سکی' پھر آہستہ سے لب کھولے۔

"کیونکہ میری پھپھو کی بیٹی کا نام فائقہ ہے۔"

"جی؟" اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم نہیں جانتیں۔ میری پھپھو کی بیٹی کا نام فائقہ ہے۔ میں فرشتے ابراہیم ہوں' آغا ابراہیم کی بیٹی جاؤ' اپنے گھر میں کسی سے پوچھو' مگر وہ کیوں بتائیں گے؟ وہ میری حیثیت تسلیم نہیں کرتے تو کیسے بتائیں گے۔"

"وہ تھکے تھکے انداز میں کہہ کر اس کے ایک طرف سے نکل کر چلی گئی۔ محمل مڑ کر اس کو جاتا بھی نہ دیکھ سکی۔ اسے تو جیسے کسی نے ادھر ہی برف کا بنا دیا تھا۔ وہ دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بیچ کاریڈور میں بت بنی کھڑی تھی۔

"فرشتے ابراہیم۔"

"آغا ابراہیم کی بیٹی۔"

اسے پوری مسجد میں ان چند الفاظ کی گونج پلٹ پلٹ کر سنائی دے رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اسے نہیں معلوم وہ کن قدموں پہ چل کر مسجد کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

گیٹ تک آئی تھی۔ بس وہ پتھر کا بت بنی خود کو گھسیٹتی ہر شے سے غافل چلتی جا رہی تھی۔ اس کا بیگ اور کتابیں کلاس میں رہ گئے تھے' اس نے انہیں ساتھ نہیں لیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کا بہت کچھ مسجد میں کھو گیا ہے' وہ کیا کیا سمیٹتی؟

برابر والے بنگلے کی دیوار کے ساتھ نصب بینچ پہ وہ گر سی گئی۔

"آغا ابراہیم کی بیٹی۔ فرشتے ابراہیم۔"

اس کا دماغ انہی دو جملوں پہ منجمد ہو گیا تھا۔ آگے بڑھتا تھا' نہ پیچھے۔

دور کہیں یاد کے پردے پہ آغا جان کی آواز لہرائی۔

"اس لڑکی سے کچھ بعید نہیں۔ آج پھر میرے آفس آگئی تھی۔"

"پھر آگئی تھی اس کا ذہن جیسے چونک کر بیدار ہونے لگا تھا۔ پھر کا مطلب تھا' وہ پہلے بھی ادھر جاتی رہتی تھی۔ وہ سب اس کو جانتے تھے۔ اور شاید اس سے خائف بھی تھے۔ تو کیا وہ واقعی آغا ابراہم کی بیٹی تھی؟

"نہیں!" اس نے تنفر سے سر جھٹکا "آغا ابراہیم کی صرف ایک بیٹی ہے' اور وہ ہے محمل ابراہیم۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ میں نہیں مانتی۔"

وہ زور زور سے نفی میں سر ہلا رہی تھی اسے لگ رہا تھا آج اس کے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی۔ غصہ تھا کہ اندر ہی اندر ابلا جا رہا تھا۔

"کیا واقعی وہ ابا کی بیٹی ہے؟ مگر اس کی ماں کون ہے؟ میری اماں۔۔۔؟ نہیں۔ مگر مجھے کون بتائے گا؟ آغا جان اور تائی تو کبھی نہیں۔۔۔ اماں کو تو شاید پتا بھی نہ ہو! پھر کس سے پوچھوں؟"

وہ چکرا کر رہ گئی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔ مگر اگلے ہی لمحے جیسے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"ہمایوں!" اور پھر اس نے کچھ نہیں سوچا اور گیٹ کی طرف لپکی۔

☼ ☼ ☼

"صاحب اندر ہیں؟ مجھے اندر جانا ہے۔"

"جی' آپ چلی جاؤ۔" چوکیدار فوراً سامنے سے ہٹا۔ وہ اندر کی طرف دوڑی۔ شاہانہ طرز کا لاؤنج خالی تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی آگے بڑھی' پھر کچن کے کھلے دروازے کو دیکھ کر رکی۔ کچھ سوچ کر وہ کچن میں آئی۔

ماربل فلور کا چمکتا صاف ستھرا کچن خالی پڑا تھا۔ چمچوں کا اسٹینڈ سامنے ہی تھا۔ اس نے لپک کر ایک بڑی چھری نکالی' اور آستین میں چھپا کر باہر آئی۔

"ہمایوں؟" لاؤنج میں کھڑے گردن اوپر کر کے اس نے پکارا۔ آواز گونج کر لوٹ آئی۔ اس کا کمرہ اوپر تھا' یہ تو اسے یاد تھا۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ سیاہ ماربل کی چمکتی سیڑھیاں گولائی میں اوپر جا رہی تھیں۔ وہ بالائی منزل پہ رکی' ادھر ادھر جھانکا' پھر تیسری منزل کی سیڑھیوں کی طرف جانے لگی۔ دفعتاً سامنے والے کمرے سے اس کی آواز آئی۔

"بلقیس؟" وہ اندر سے غالباً علازمہ کو آواز دے رہا تھا۔

وہ دوڑ کر اس کمرے کے دروازے تک آئی۔

"دروازہ کھولیں!" اس نے دروازہ زور سے بجایا' اور پھر دھڑا دھڑ بجاتی چلی گئی۔

"کون؟" ہمایوں نے حیران سا ہو کر دروازہ کھولا۔ اسے دیکھ کر وہ بری طرح چونکا تھا۔

"تم؟ خیریت؟"

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے' ٹھیک ٹھیک بتائیے گا۔" ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا!"

وہ اتنے جارحانہ انداز میں غرائی تھی کہ وہ پریشان ہی ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے محمل؟"

"میری بات کا جواب دیں۔"

"اچھا اندر آجاؤ" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے پیچھے ہوا۔ بلیک ٹراؤزر پہ گرے آدھے بازوؤں والی شرٹ پہنے' ہاتھ میں تولیہ پکڑے وہ غالباً ابھی نہا کر نکلا تھا۔ ماتھے پہ بکھرے گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"وہ دو قدم اندر آئی' یوں کہ اب دروازے کی

چوکھٹ میں کھڑی تھی۔

"آپ فرشتے کے کزن ہیں؟"

"ہاں' کیوں؟"

"فرشتے کس کی بیٹی ہے؟ اس کا باپ کون ہے؟"

"باپ؟" وہ ذرا سا چونکا "اس نے تم سے کچھ کہا ہے۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ فرشتے کس کی بیٹی ہے؟" وہ دبی دبی سی غرائی تھی۔

"ادھر بیٹھو' آرام سے بات کرتے ہیں۔" وہ اس کو راستہ دیتا اس کے بائیں طرف سے قریب آیا۔

"میں بیٹھنے نہیں آئی' مجھے جواب چاہیے۔"

"ادھر بیٹھو تو سہی' ٹھنڈے دماغ سے میری بات سنو۔" وہ بچوں کی طرح اسے بہلاتے ہوئے آگے بڑھا' اور نرمی سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"محمل! ادھر آؤ۔ وہ دو قدم آگے اس کے قریب آیا ہی تھا کہ محمل نے اچانک آستین میں چھپی چھری نکال لی۔

"مجھے آپ پہ ذرا بھروسا نہیں ہے۔ دور رہیں۔" وہ چھری کی نوک اس کی طرف کیے دو قدم مزید پیچھے ہٹی تھی۔

"چھری کیوں لائی ہو؟ مجھے مارنے؟" اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور' آنکھوں میں غصے کی لہر ابھری۔ وہ تیزی سے بڑھا اور محمل کا چھری والا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر مروڑا۔

"چھوڑیں مجھے' ورنہ میں آپ کو مار دوں گی۔" وہ اس کی مضبوط گرفت کے باوجود کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اس کے کندھے کو پیچھے دھکیلنا چاہا۔ ہمایوں اس کے چھری والے ہاتھ کا رخ دوسری طرف موڑ رہا تھا' اور پھر اسے پتا بھی نہیں چلا اور چھری کی تیز دھار گوشت میں گھستی چلی گئی۔

محمل کو لگا' وہ مرنے والی ہے' اس نے خون ابلتے ہوئے دیکھا اور پھر اپنی چیخ سنی۔ مگر نہیں اسے چھری نہیں لگی تھی۔ پھر۔؟

وہ کراہ کر پیچھے ہٹا تو محمل کی کلائی آزاد ہو گئی۔ ہمایوں کے دائیں پہلو میں سے خون ابل رہا تھا۔ وہ چھری پہ ہاتھ رکھے لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"اوہ میرے اللہ! یہ میں نے کیا کر دیا۔" خوف سے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

چھری پہ رکھا ہمایوں کا ہاتھ خون سے سرخ پڑنے لگا تھا۔ وہ درد کی شدت سے آنکھیں بند کیے دیوار کے ساتھ بیٹھتا چلا گیا۔

وہ دہشت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا پورا جسم کانپنے لگا تھا۔ یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ سب اس نے کہا ہے خدایا' یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھتی قدم قدم ہٹنے لگی' اور پھر ایک دم مڑی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی گئی۔ پوری قوت سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر وہ باہر بھاگی تھی۔

چوکیدار گیٹ پہ نہیں تھا' کہاں تھا' اسے پروا نہ تھی۔ وہ تیز دوڑتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئی تھی۔

"فرشتے۔ فرشتے کدھر ہیں؟" پھولی سانسوں کے درمیان پوچھتی وہ ذرا دیر کو ریسپشن پہ رکی تھی۔

"فرشتے باجی لائبریری میں ہوں گی یا"

اس نے پوری بات نہیں سنی اور راہداری میں دوڑتی گئی۔

لائبریری کے اسی کونے میں کرسی ڈالے وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ وہ بدحواس سی بھاگتی ہوئی اس کے سامنے جا رکی۔

آہٹ پہ فرشتے نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اسے دیکھ کر اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

"میں جانتی ہوں تم ہرٹ ہوئی ہو۔" ایک گہری سانس لے کر وہ اپنی رو میں کہنے لگی تھی "اور میں اسی ڈر سے تمہیں یہ پہلے نہیں بتا۔" کہتے کہتے فرشتے نے نگاہیں اٹھائیں۔ اور پھر اگلے الفاظ اس کے لبوں پہ دم توڑ گئے۔

محمل کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"محمل کیا ہوا؟" وہ پریشان سی کھڑی ہوئی۔
"فرشتے۔ فرشتے..... وہ ہمایوں..." وہ رو دینے کو تھی۔
"کیا ہوا ہمایوں کو؟ بتاؤ' محمل!" اس نے فکر مندی سے محمل کو دونوں شانوں سے تھام کر پوچھا۔
"وہ۔ ہمایوں۔ ہمایوں مر گیا۔"
محمل کے شانوں پہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اسے لگا' وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔
"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"
"میں نے جان۔ جان بوجھ کر نہیں۔ ہمایوں کو۔ وہ اسے چھری لگ گئی۔ میں نے غلطی سے اسے میری۔"
"وہ کدھر ہے۔ ابھی؟" فرشتے نے تیزی سے بات کاٹی۔
"اپنے گھر..... بیڈ روم میں۔"
فرشتے نے اگلا لفظ نہیں سنا اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگی تھی۔ وہ کہیں بھی جاتی' تو ہمیشہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لے کر جاتی تھی۔ آج اس نے اس کا ہاتھ نہیں تھاما تھا۔ آج وہ اکیلی بھاگی تھی۔
اسے خود بھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بس وہ بھی فرشتے کے پیچھے لپکی تھی۔
"ہمایوں۔ ہمایوں۔" وہ محمل کے آگے بھاگتی ہوئی ہمایوں کے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی اور اسے آوازیں دیتی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔
"ہمایوں؟"
وہ آگے پیچھے گول سیڑھیوں کے دہانے پہ رکی تھیں۔ ہمایوں کمرے کی بیرونی دیوار کے ساتھ لگا زمین پہ بیٹھا تھا۔ خون آلود چھری اس کے ایک طرف رکھی تھی۔
"ہمایوں! تم ٹھیک ہو۔" وہ پریشان سی گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس نے جیسے چونک کر آنکھیں کھولیں۔
"تم ادھر.....؟" اپنے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی فرشتے سے ہوتی ہوئی اس کی نظر اس کے پیچھے کھڑی محمل پہ جا رکی۔
"مجھے محمل نے بتایا کہ۔"
"فرشتے' تم جاؤ اور اس بے وقوف لڑکی کو بھی لے جاؤ۔"
"مگر ہمایوں۔"
"میں نے احمر کو کال کر دیا ہے' پولیس پہنچنے والی ہے' تم دونوں کی ادھر موجودگی ٹھیک نہیں ہے' جاؤ۔" وہ درد کی شدت سے بدقت بول پا رہا تھا۔
"مگر....." فرشتے نے تذبذب سے گردن موڑ کر محمل کو دیکھا جو سفید پڑتا چہرہ لیے ادھر کھڑی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس وقت کیا کرے۔
"میں نے کہا نا۔ جاؤ۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلایا تھا۔
"اچھا۔" وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔
"نہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔ بے شک مجھے پولیس پکڑ لے' مگر میں۔"
"محمل جاؤ!!!!" وہ زور سے چیخا تھا۔
"چلو محمل۔" فرشتے نے جیسے فیصلہ کر کے اس کا ہاتھ پکڑا اور سیڑھیاں اترنے لگی۔
"ہمایوں! میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ آئی ایم سوری..... آئی ایم رئیلی۔" فرشتے اس سے آگے اس کا ہاتھ کھینچتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی' مگر وہ اسی طرح گردن موڑ کر ہمایوں کو دیکھتی روہانسی سی کہے جا رہی تھی۔
"جسٹ گو!" وہ وہیں سے جھنجلا کر بولا تھا۔ وہ اب سیڑھیوں کے درمیان میں تھیں' وہاں سے اسے ہمایوں کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ابل پڑے تھے۔ فرشتے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے باہر لے آئی تھی۔
"تم کیوں گئیں اس کے گھر محمل؟ مجھے بتاؤ' ادھر کیا ہوا تھا؟" مسجد کے گیٹ پہ فرشتے نے پوچھا تو اس نے اپنا ہاتھ زور سے چھڑایا۔
"محمل! ناراض مت ہو۔ ابھی وہاں میری اور تمہاری موجودگی ٹھیک نہیں ہے۔"

"وہ ادھر مر رہا ہے اور آپ۔" اس کی آنکھوں سے متواتر آنسو گر رہے تھے۔
"وہ ابھی اسے ہسپتال لے جائیں گے۔ زخم بہت زیادہ نہیں تھا' وہ ٹھیک ہو جائے گا' مگر تم نے کیوں مارا اسے؟"
"میں بھلا یوں ہمایوں کو مار سکتی ہوں۔ میں کر سکتی ہوں ایسا؟" وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ فرشتے بری طرح سے چونکی تھی۔ محمل کے چہرے پہ چھایا حزن' ملال' اور وہ آنسو۔ وہ عام آنسو تو نہ تھے۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا ایسا۔ آئی سوئیر۔"
"اچھا اندر آؤ' آرام سے بات کرتے ہیں۔" اس نے خود کو سنبھال کر کہنا چاہا مگر وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھی۔
"انہوں نے بھی یہی کہا تھا۔ میرا قصور نہیں تھا۔" وہ اسی طرح گیٹ پہ کھڑی روئے چلی جا رہی تھی۔ "وہ ٹھیک تو ہو جائیں گے فرشتے؟"
"ہوں۔" فرشتے نے شاید اس کی بات نہیں سنی تھی۔ بس گم صم سی اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی عام آنسو نہ تھے۔
"میں گھر جا رہی ہوں۔ پلیز۔ آپ مجھے ہمایوں کے بارے میں بتاتی رہیے گا۔"
"اچھا۔" اس نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔
محمل اب درختوں کی باڑ کے ساتھ دوڑتی ہوئی دور جا رہی تھی۔ وہ جیسے نڈھال سی گیٹ سے لگی' یک ٹک اسے دیکھے گئی۔
ہاں' وہ آنسو بہت خاص تھے۔

☆ ☆ ☆

ہسپتال کا ٹائلز سے چمکتا کاریڈور خاموش پڑا تھا۔ کاریڈور کے اختتام پہ وہ بنچ پہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ محمل جو دوڑتی ہوئی ادھر آ رہی تھی' اسے بیٹھے دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکی رکی' پھر بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔
"فرشتے۔ فرشتے۔"
فرشتے نے ہاتھوں میں گرا سر اٹھایا "وہ کیسا ہے؟"
محمل اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی اور دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں پہ رکھے۔
"بتائیں نا' وہ کیسا ہے؟" وہ بے قراری سے اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتی' جواب تلاش کر رہی تھی۔
"ٹھیک ہے۔ زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔" وہ بھی محمل کی بھوری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔
"میں اس سے مل سکتی ہوں؟"
"ابھی وہ ہوش میں نہیں ہے۔"
"کیوں؟" وہ تڑپ کر بولی تھی' وہ فجر کا وقت تھا' اور جیسے ہی فرشتے نے اسے اطلاع دی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی۔
"ڈاکٹرز نے خود اسے سُلا رکھا ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا محمل! تم پریشان نہ ہو۔"
"میں کیسے پریشان نہ ہوں؟ میں نے ان کو چھری ماری ہے۔ میں۔"
"ایسا کیا ہوا تھا محمل؟ تم نے کیوں کیا ایسے؟"
"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ میں ان سے پوچھنے گئی تھی کہ۔" وہ لب کچلتی' ڈبڈبائی آنکھوں سے تکتی چلی گئی۔ فرشتے اسی تھکے تھکے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔
"تم مجھ سے پوچھ لیتیں محمل! اس کو..... خیر چھوڑو کوئی بات نہیں۔"
چند لمحے یونہی سرک گئے۔ وہ اسی طرح فرشتے کے سامنے فرش پہ دوزانو بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک فرشتے کے گھٹنوں پہ تھے۔ بہت دیر بعد اس نے خاموشی کو چیر دیا۔
"آپ نے کہا' آپ آغا ابراہیم کی بیٹی ہیں؟"
"ہاں۔ میں آغا ابراہیم کی بیٹی ہوں۔"
"میرے ابا کی.....؟" اس کا گلا رُندھ گیا۔
"تمہیں یہ انہونی کیوں لگتی ہے؟ سوائے تمہارے' تمہارے سب بہنوں کو علم ہے۔ تمہاری امی کو بھی۔"
"امی کو بھی؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔

باقی آئندہ شمارے میں

Scan & PDF FIAZ AHMED Pakistanipoint.com

نمرہ احمد

مصحف

محمل ابراہیم' آغا ابراہیم اور مسرت بیگم کی خوب صورت اور طرح دار بیٹی ہے۔ بچپن میں ہی آغا ابراہیم کے انتقال کے بعد تایا آغا کریم اور چچاؤں کے رحم و کرم پر ہے۔ مسرت سیدھی سادھی خاتون تھیں۔ اس لیے اپنی سسرال کو گھر اور کاروبار پر قبضہ کرنے سے روک نہیں پائیں۔ جس کا قلق محمل کو ہے۔ گھر والوں خصوصاً" تائی مہتاب کا رویہ ماں بیٹی کے ساتھ بے حد ناروا ہے۔ اپنے تعلیمی اخراجات و ضروریات کے لیے محمل ٹیوشن سینٹر میں پڑھاتی ہے۔

آغا ابراہیم کے اس محفل نما گھر میں آغا کریم اور مہتاب تائی' فواد' حنان' وسیم' سدرہ اور مہرین کے ساتھ مقیم ہیں۔ آغا ابراہیم کے جڑواں بھائی آغا غفران اور فضہ چچی کے تین بچے حسن' ندا اور سامیہ ہیں۔ سب سے چھوٹے آغا اسد اور ناعمہ بالائی منزل پر رہائش پذیر ہیں۔ جن کے تین بچے آرزو' معیز اور معاذ ہیں جبکہ رضیہ پھپھو کی ایک صاحبزادی فائقہ بھی ہیں۔ خاندان بھر میں مائی مہتاب اور آغا کریم کے فرزند فواد کو خاص مقام حاصل ہے۔ آرزو' فائقہ اور ندا اس کے لیے خاص جذبات رکھتی ہیں۔ محمل کو تائی مہتاب کے خاندان کی اس دکھتی رگ کا بخوبی اندازہ ہے۔ وہ فواد کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسے نظر انداز کرتی ہے تو وہ اس پر چونک جاتا ہے۔ آرزو' سدرہ اور فائقہ کو اس کی خوب صورتی اور ذہانت سے حسد ہے۔

کالج جاتے ہوئے ہر روز اسے ایک پراسرار سیاہ فام لڑکی ملتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ جلد کی کتاب محمل کی توجہ کھینچتی ہے۔ وہ لڑکی محمل کو بتاتی ہے کہ اس کتاب میں ماضی' حال' مستقبل کا احوال ہے۔ اور اس میں حالات اپنے گرفت میں کرنے کا نسخہ ہے۔ محمل اسے سمجھ نہیں پاتی ہے۔ وہ لڑکی محمل سے کہتی ہے کہ ایک دن اسے اس کتاب کی ضرورت ضرور پڑے گی۔

محمل' آغا کریم کو بتاتی ہے کہ بہترین تعلیمی ریکارڈ پر اسے جلد ہی برٹش کونسل کی جانب سے لندن کی اسکالر شپ مل

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

جائے گی۔ وہ راستہ صاف ہو جانے کی اس نوید پر سکون کا سانس لیتے ہیں۔ ایرونائیکل انجینئر فرقان کا رشتہ سدرہ کے بجائے محمل کے لیے دے دیا جاتا ہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ تائی مہتاب فوراً" انکار کر دیتی ہیں۔ جس پر محمل اور مسرت کو بہت رنج ہوتا ہے۔ فواد اس سے ہمدردی جتاتا ہے اور اسے فیکٹری میں آنرشپ دینے اور جاب کرنے کے لیے آغا جان سے بات کرتا ہے جس پر وہ انکار کر دیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر محمل اس پر سرار لڑکی سے سیاہ جلد والی کتاب لے آتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے قبل ہی تائی مہتاب سب کے ساتھ اسے رنگے ہاتھوں پکڑتی ہیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ محمل سمیت سب رنگ رہ جاتے ہیں۔ تائی مہتاب اپنی بے عزتی پر بے حد تلملائی ہیں۔ محمل غصہ میں آکر سیاہ فام لڑکی کو قرآن شریف واپس کر آتی ہے اور اسے سخت سست بھی سناتی ہے۔ اس ردِ عمل پر وہ لڑکی بجھ سی جاتی ہے۔

آغا فواد سب سے چھپ کر محمل کو فیکٹری لے جانے لگتا ہے اور اسے منع کرتا ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ وہ اسے بیش قیمت ملبوسات بھی دلواتا ہے تاکہ سدرہ کی منگنی پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق نظر آئے۔ محمل اپنی سادگی میں اسے فواد کی محبت سمجھتی ہے۔ حسن، محمل کو فواد کے سائے سے بھی دور رہنے کی تنبیہہ کرتا ہے تو محمل کو برا محسوس ہوتا ہے۔ میریٹ میں ڈنر کا جھانسہ دے کر فواد، محمل کو اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کرتا ہے۔ راستے میں کسی ڈیل کے نہ ہونے پر نقصان کا ڈراما رچا کر محمل کو کلائنٹ کے پاس بھیجتا ہے۔ وہاں جا کر محمل کو آغا فواد کے اصل چہرے کا ادراک ہوتا ہے۔ فواد نے اے ایس پی کے سامنے محمل کو بطور چارہ استعمال کیا تھا اس صورتِ حال پر محمل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ وہ اسے بتاتی ہے کہ آغا فواد اس کا بھائی ہے۔

انسپکٹر ہمایوں، محمل کی آغا فواد سے بات کرواتا ہے تو وہ اسے رات اسی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔ محمل اس دھوکہ دہی پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اس صدمے سے وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وہاں بذریعہ چھت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کو نھی کے برابر میں مدرسہ ہے۔ جہاں اس کی ملاقات فرشتے نامی لڑکی سے ہوتی ہے جو وہاں دین کی تعلیم دیتی ہے۔ فرشتے جان لیتی ہے کہ محمل اس وقت مشکل میں ہے۔ انسپکٹر ہمایوں اس کا کزن ہے۔ ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر محمل کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر انسپکٹر ہمایوں کے ساتھ جائے۔ کچھ سوچ کر محمل، فرشتے کی بات مان لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر اس کے ساتھ روایتی سلوک ہوتا اور آغا کریم اور تمام چچا اسے گھر سے نکال دینے کے درپے ہوتے ہیں کہ انسپکٹر ہمایوں کی آمد سب کو چونکا دیتی ہے۔ محمل سب کو بتاتی ہے کہ کس طرح آغا فواد نے دھوکے سے اسے ڈیل کا حصہ بنایا۔ سوائے حسن اور مسرت (ماں) کے سب اسے جھٹلاتے ہیں۔ وہ آغا فواد کی سرگرمیوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ کروا دیتی ہے۔ تائی جان اسے مارنے کو لپکتی ہیں تو سب انہیں روک دیتے ہیں۔ آغا فواد گرفتار ہو جاتا ہے۔ مصلحتاً" محمل کو گھر میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مسرت سے محمل کی بات چیت بند ہے۔ وہ اس معاملے میں محمل کو بھی قصوروار سمجھتی ہیں۔ محمل فرشتے سے ملنے دوبارہ مدرسے جاتی ہے تو وہ اسے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ اس بات کو خاص اہمیت نہیں دیتی، لیکن مصروفیت کے لیے اس کا مشورہ مان لیتی ہے۔ دینی تعلیم اسے ذہنی و روحانی سکون بخشتی ہے۔ اس دوران انسپکٹر ہمایوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے رابطے کے لیے اپنا سیل نمبر دیتا ہے۔ وہ آغا فواد کے خلاف محمل کو وعدہ معاف گواہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات جب گھر والوں کے علم میں آتی ہے تو وہ محمل کو بری طرح زدوکوب کرتے ہیں۔ وہ رو، رو کر ان سب کو بددعا دیتی ہے۔ حسن گھر والوں کے اس سلوک پر ششدر رہ جاتا ہے۔ مسرت، محمل کو آغا فواد کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننے کا کہتی ہیں۔ محمل، انسپکٹر ہمایوں کو تمام صورتِ حال بتاتی ہے تو وہ اسے مصلحتاً" جھوٹ بولنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تایا کریم اسے جائیداد میں حصہ دینے کا جھانسہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ وہ انسپکٹر ہمایوں داؤد کے خلاف کورٹ میں بیان دے تو اسے اس کا حصہ مل جائے گا، وہ ان کا ساتھ دینے کی حامی بھر لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۴
چوتھی قسط

"ہاں۔ ابا مجھ سے ملتے تھے۔ میری امی ان کی فرسٹ وائف تھیں، ڈائیورس کے بعد امی اور ابا الگ ہو گئے تھے، پھر انہوں نے تمہاری امی سے شادی کی۔ دونوں ان کی پسند کی شادیاں تھیں، ہے نا عجیب بات؟ خیر، مجھ سے وہ ہر ویک اینڈ پہ ملنے آتے تھے، میں اپنے چچاؤں سے متعارف تو نہ تھی، مگر وہ سب جانتے تھے کہ میں کون ہوں، کدھر رہتی ہوں۔ مگر ابا کی ڈیتھ کے بعد انہوں نے مجھے تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ میں بہت دفعہ اپنا حق مانگنے گئی، مگر وہ نہیں دیتے۔ ابا کی پہلی شادی خفیہ تھی، سوائے ہمارے بڑوں کے، خاندان میں کسی کو علم نہ تھا۔ تم سے بھی چھپا کر رکھا گیا کہ کہیں تم میرے ساتھ مل کر حصہ نہ مانگنے کھڑی ہو جاؤ۔"

"آپ نے کیس کیوں نہیں کیا ان پہ؟" بہت دیر بعد وہ بول پائی تھی۔

"مجھے جائیداد سے حق نہیں، رشتوں سے حق چاہیے محمل! میں بہت دفعہ تمہارے گھر پہ گئی ہوں، مگر اندر داخلہ۔ خیر، یہ لمبی کہانی ہے میں کئی برسوں سے اپنے حق کی جنگ لڑ رہی ہوں۔ وارث اللہ نے بنائے ہیں، میں ابا کی وارث ہوں۔ یہ ہی سوچ کر اب میں جائیداد میں سے حصہ مانگتی ہوں، مگر۔" وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔

"آپ کو پتا تھا میں آپ کے بارے میں نہیں جانتی؟"

"ہاں، مجھے پتا تھا۔ میں نے جب بھی تم سے ملنے کی کوشش کی، کریم تایا نے یہ ہی کہہ کر روک دیا کہ محمل ذہنی طور پہ ڈسٹرب ہو جائے گی، اور ابا سے نفرت کرے گی، پھر میں نے صبر کر لیا۔ میں جانتی تھی جو رب، بن مانگے یوسف علیہ السلام کے پاس لا سکتا ہے، وہ محمل کو بھی میرے پاس لے آئے گا۔" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ محمل کو لگا اس کی سنہری آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"فواد بھائی ان کا کیس۔"

"ہمایوں نے مجھے بتایا تھا کہ میرے کزن فواد نے اس کے ساتھ کسی لڑکی محمل کا معاملہ طے کیا ہے۔ کم عمر ہے اور خوب صورت بھی۔ میرا دل تب ہی سے کھٹک گیا تھا۔ مگر ہمایوں ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ فواد تمہارے ساتھ یہ کر سکتا ہے۔ اسے گمان تھا، وہ کوئی اور لڑکی ہو گی۔ مگر جس لمحے میں نے مسجد کی چھت پہ تمہیں دیکھا تھا، میں تمہیں پہچان گئی تھی۔"

"آپ نے تو مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر۔"

"دیکھا تھا، ایک دفعہ تمہارے اسکول آئی تھی تم سے ملنے۔ بینچ پہ بیٹھی تمہیں دیکھتی ہی رہی، تم الجھی الجھی، چڑچڑی سی لگ رہی تھیں، پھر مجھ سے تمہیں مزید ذہنی اذیت نہیں دی گئی، سو واپس پلٹ گئی۔"

فرشتے تھک کر چپ ہو گئی، شاید اب اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ وہ یاسیت سے اسے دیکھے گئی، جو بہت تھکی تھکی نظر آرہی تھی۔ بہت دیر بعد اس نے پھر لب کھولے۔

"تم خوش قسمت ہو محمل! کہ تم رشتوں کے درمیان رہی ہو۔ تم یتیم نہیں رہی ہو۔ یتیموں والی زندگی تو میں نے گزاری ہے۔ اس کے باوجود میں نے کبھی یتیمی کا لیبل خود پہ نہیں لگایا۔ میری خالہ اور ہمایوں۔ یہ ہی تھے میرے رشتے اور اب میرے پاس کھونے کو مزید رشتے نہیں بچے، ایک چیز مانگوں تم سے؟ کبھی مجھے اس آزمائش میں مت ڈالنا، میں مزید رشتے کھونا۔"

"اے ایس پی صاحب کے ساتھ آپ ہیں؟" آواز پہ ان دونوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے یونیفارم میں ملبوس نرس کھڑی تھی۔

"جی۔" محمل اس کے گھٹنوں سے ہاتھ ہٹاتی بے چینی سے اٹھی۔

"ان کو ہوش آگیا ہے، اب خطرے سے باہر ہیں، آپ ان کی؟"

"میں۔۔۔ میں ان کی فرینڈ ہوں۔" اس نے جلدی سے فرشتے کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ "یہ ہمایوں صاحب کی بہن ہیں۔"

"بہن؟" اس نے چونک کر محمل کو دیکھا، مگر وہ

FIAZ AHMED
PAKSOCIETY.COM

نرس کی طرف متوجہ تھی۔ "بہن؟" وہ ہولے سے زیرِ لب بڑبڑائی۔ پھر ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر محمل نرس کے پیچھے جا رہی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہ سنا۔

وہ خالی ہاتھ بیٹھی رہ گئی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں شام اتر آئی تھی، محمل وہ شام نہ دیکھ سکی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر ہمایوں کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

وہ بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹا تھا، اوپر چادر پڑی تھی۔ آہٹ پہ قدرے نقاہت سے آنکھیں کھولیں۔ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"محمل!"

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے سامنے جا رکی۔

بھورے سلکی بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے فیروزی شلوار قمیص ہم رنگ دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری، ہمایوں!" آنسو آنکھوں سے پھسل پڑے تھے۔ وہ بدقت مسکرایا۔

"ادھر آؤ۔"

وہ چند قدم آگے بڑھی۔

"اتنی غصے میں کیوں تھیں؟"

"مجھے معاف کر دیں پلیز۔" اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ ہمایوں نے بایاں ہاتھ اٹھایا اور اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

"تم نے کیوں کہا، تمہیں مجھ سے کوئی امید نہیں؟"

"تو کیا رکھتی؟" اس کے دونوں ہاتھ اور ہمایوں کا ہاتھ اوپر تلے ایک دوسرے میں بند ہو گئے تھے۔

"تمہیں لگتا ہے، میں بیچ راہ میں چھوڑ دینے والوں میں سے ہوں؟"

"کیا نہیں ہیں؟" آنسو اسی طرح اس کی آنکھوں سے ابل رہے تھے۔

"کیوں اتنی بدگمان رہتی ہو مجھ سے؟"

"بدگمان تو نہیں، بس۔"

"پھر چھری کیوں لائی تھیں؟ تمہیں لگتا تھا تم میرے گھر غیر محفوظ ہو گی؟" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے معاف کر دیں پلیز، آپ نے معاف کر دیا تو اللہ بھی مجھے معاف کر دے گا۔"

کہہ کر وہ لمحے بھر کو خود بھی چونک گئی۔ آخری فقرہ ادا کرتے ہوئے دل میں عجیب سا احساس ہوا تھا۔ ایک دم اس نے اپنے ہاتھ چھڑائے تھے، یہ سب ٹھیک نہیں تھا۔

"آپ آرام کریں، مجھے مدرسہ بھی جانا ہے۔" وہ دروازے کی طرف لپکی تھی۔

"مت جاؤ۔" وہ بے اختیار پکار اٹھا تھا۔

"میں گھر سے مدرسہ کا کہہ کر نکلی تھی، اگر نہ گئی تو یہ خیانت ہو گی اور پل صراط پہ خیانت کے کانٹے ہوں گے، مجھے وہ پل پار کرنا ہے۔"

"تھوڑی دیر رک جاؤ گی تو کیا ہو جائے گا؟" وہ جھنجلایا تھا۔

"یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اور۔۔۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے مادام، آپ جا سکتی ہیں۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تو اسے لگا، وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔

"سوری۔" ایک لفظ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

فرشتے اسی طرح بینچ پہ بیٹھی تھی۔ آہٹ پر سر اٹھایا۔

"میں چلتی ہوں فرشتے! مجھے مدرسہ جانا ہے۔" نامحسوس انداز میں اس نے اپنا ہاتھ دوپٹے کے اندر کیا کہ کہیں وہ اس پہ کسی کا لمس نہ دیکھ لے۔

"مل لیں ہمایوں سے؟" اس کی آواز بہت پست تھی۔

"ہاں۔" اس نے بے اختیار نگاہیں چرائیں، فرشتے اسی طرح گردن اٹھا کر اسے دیکھتی جانے اس کے چہرے پہ کیا کھوج رہی تھی۔ وہ جیسے گھبرا کر جانے کو پلٹی۔

"محمل سنو!" وہ جیسے بے چینی سے پکار اٹھی اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹتی اس نے نفی میں سر ہلاتے دھیرے سے کہا۔ "نہیں کچھ نہیں، جاؤ۔"

"خیریت؟"

"جاؤ، تمہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"او کے، السلام علیکم۔" وہ راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتی دور ہوتی گئی۔ فرشتے نے پھر سے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

☆ ☆ ☆

اس کا دل بہت بوجھل سا ہو رہا تھا۔ مدرسہ آ کر بھی اسے سکون نہ مل رہا تھا۔ اسے تھوڑی دیر ہو گئی تھی اور تفسیر کی کلاس وہ مس کر چکی تھی۔ سارا دن وہ یوں ہی مضمحل سی پھرتی رہی۔ بریک میں سارہ نے اسے جا لیا۔ وہ برآمدے کے اسٹیپس پہ بیٹھی تھی۔ گود میں کتابیں رکھے، چہرے پہ بیزاری سجائے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" سارہ دھپ سے ساتھ آ بیٹھی۔

"پتا نہیں۔" وہ جھنجلاتے ہوئے گود میں رکھی کتاب کھولنے لگی۔

"پھر بھی کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں، ہے۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"اللہ تعالیٰ۔۔۔ بس۔۔۔" وہ سر جھٹک کر صفحے پلٹنے لگی۔

"بتاؤ نا۔"

"اللہ تعالیٰ ناراض ہیں۔ دیٹس اٹ!" زور سے اس نے کتاب بند کی۔

"اوہو، تم خوامخواہ قنوطی ہو رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کیوں ناراض ہوں گے بھلا؟"

"بس ہیں نا!"

"اتنی مایوسی اچھی نہیں ہوتی۔ تمہیں کیسے پتا کہ وہ ناراض ہیں؟"

"ایک بات بتاؤ!" وہ جیسے کوفت زدہ سی اس کی طرف گھومی۔ "اگر تم کسی کے ساتھ چوبیس گھنٹے ایک ہی گھر میں رہو، تو گھر میں داخل ہوتے ہی تمہیں اس شخص کا موڈ دیکھ کر پتہ نہیں چل جاتا کہ وہ ناراض ہے؟ بھلے وہ منہ سے کچھ نہ کہے، بھلے تمہیں اپنی غلطی بھی سمجھ میں نہ آ رہی ہو، مگر تم جان لیتی ہو نا کہ ماحول میں تناؤ ہے، اور پھر تم دوسروں سے پوچھتی پھرتی ہو کہ "اسے کیا ہوا ہے؟" اور پھر تم اپنی غلطی سوچتی ہو۔ میں بھی اس وقت یہی کر رہی ہوں سو مجھے کرنے دو!"

"مگر محمل"

"تمہیں پتہ ہے، اتنے عرصے سے میں روز ادھر آ کر قرآن سنتی تھی۔ آج میری تفسیر کی کلاس مس ہوئی ہے۔ آج میں قرآن نہیں سن سکی۔ تمہیں پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں، وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ سو ابھی پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو!"

سارہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ کتابیں سنبھالتی اٹھی اور تیز تیز قدموں سے چلتی اندر آ گئی۔

پریئر ہال خالی پڑا تھا۔ بتیاں بجھی تھیں۔ وہ کھڑکی کے ساتھ آ بیٹھی۔ کھڑکی کے شیشے سے روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔

"اللہ تعالیٰ۔۔۔ پلیز۔۔۔" الفاظ لبوں پہ ٹوٹ گئے۔ آنسو ٹپ ٹپ گالوں پہ گرنے لگے۔ اس نے دعا کے لیے اٹھے ہاتھوں کو دیکھا۔ یہ ہاتھ چند گھنٹے قبل ہمایوں کے ہاتھ میں تھے۔ لڑکے لڑکی کا ہاتھ پکڑنا تو اب عام سی بات بن گئی تھی مگر قرآن کی طالبہ کے لیے وہ عام سی بات نہ تھی۔ وہ کیسے جذبات کے ریلے میں بہہ گئی کہ خیال ہی نہ آیا کہ اسے یوں تنہا کسی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ ہمایوں نے خود کو کیوں نہ روکا؟ مگر نہیں، وہ ہمایوں کو کیوں الزام دے؟ وہ تو قرآن کا طالب علم نہ تھا، طالبہ تو وہ تھی۔ سمعنا واطعنا (ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی) کا وعدہ تو اس نے کر رکھا تھا۔ پھر یہ؟

آنسو اسی طرح اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ وہ سر جھکائے آج کا سبق کھولنے لگی۔

FIAZ AHMED
Friend Komal.com

اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اچھا' ٹھیک ہے' میں لگاتی ہوں۔"
"اور میرا قرآن؟"
"ہاں۔ وہ میں کل ڈھونڈ کے لے آؤں گی' ابھی تم یہ سنو' میں تیمور کو ڈھونڈتی ہوں۔" اس نے پلے کا بٹن دبایا اور خود باہر نکل گئی۔
"بس شاید تم ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہو' اگر وہ اس کلام کے ساتھ ایمان نہ لائے' بہت افسوس کے ساتھ' بے شک جو بھی زمین پہ ہے' ہم نے اسے اس کی خوب صورتی کے لیے بنایا ہے' تاکہ ہم ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون سب سے اچھے کام کرتا ہے اور بے شک ہم اس کو بنجر صاف میدان بنانے والے ہیں۔"
اس نے آنکھیں موند لیں۔ آنسو آہستہ آہستہ اس کے تکیے کو بھگونے لگے تھے۔
سورۃ کہف کے ساتھ اسے وہ تمام مناظر یاد آنے لگے جو کبھی اس کی زندگی کا حصہ تھے۔
سنگِ مرمر کی چمکتی راہ داریاں' روشنیوں سے گھرا ہال' جو اونچے سفید ستونوں پہ کھڑا تھا۔ مسجد کے برآمدے کے سامنے گھاس سے بھرا لان' وہ پنک اسکارف میں لپٹے' بہت سے جھکے سر جو تیزی سے نوٹس لینے میں مصروف ہوتے۔ لائبریری کی اونچی گلاس ونڈوز جن سے فیصل مسجد دکھائی دیتی تھی۔ وہ کالونی کی سڑک پہ درختوں کی گھنی باڑ' یادوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو اڈ کر اس کے ذہن میں آیا تھا۔ ڈاکٹرز ٹھیک کہتے تھے وہ ذہنی طور پہ بالکل فٹ تھی۔
سورۃ کہف ختم ہوئی تو کیسٹ رک گئی۔ اس نے بے بسی سے ٹیپ کو دیکھا۔ وہ اس سے خاصے فاصلے پہ تھا۔ وہ اٹھ کر اس کو ری پلے بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیسی بے بسی تھی' کیسی لاچاری تھی۔
اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ ہر راہ بند ہوتی دکھائی دینے لگی' ہر دروازے کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اسے لگا وہ اب ہمیشہ کسی اندھیرے بند کہف میں مقید رہے گی۔

تیمور اور ہمایوں سے دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔

☆ ☆ ☆

صبح وہ سو کر خاصی دیر سے اٹھی' رات بھر سونہ سکی تو فجر کے قریب ہی آنکھ لگی تھی۔
سسٹر میرین بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ دوائیں رکھ رہی تھی' اسے جاگتے دیکھ کر مسکرائی۔
"گڈ مارننگ مسز ہمایوں' ہاؤ آر یو؟"
"فائن۔" وہ جبراً مسکرائی' کس کا نام اس کے نام کے ساتھ جڑتا تھا' وہ جو خود ہی اس سے دور بھاگنے لگا تھا۔
"آپ کی سسٹر صبح آئی تھیں' آپ سو رہی تھیں' وہ یہ بک دے کر گئی ہیں۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی کتاب کی طرف اشارہ کیا۔
"فرشتے آئی تھی؟" وہ چونکی' پھر اس کی اشارہ کردہ کتاب کی طرف دیکھا تو ٹھہر سی گئی۔
سیاہ سادہ جلد والی دبیز کتاب' اس کا سانس رک گیا' دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔
"مصحف قرآنی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔
"یہ آپ کا قرآن ہے میڈم؟" سسٹر میرین نے اسے متوجہ پا کر احتیاط سے قرآن اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔ اس نے بے قراری سے اسے تھاما اور پھر سینے سے لگا لیا۔
"یو لو یور ہولی بک ٹو مچ' رائٹ؟" (آپ کو اپنی مقدس کتاب بہت عزیز ہے نا؟) وہ مسکرا کر کہتی اسے بیٹھنے میں مدد دینے لگی۔
"آف کورس سسٹر!" وہ بہت خوش تھی۔
پھر وہ بیٹھ گئی تو سسٹر میرین نے اس کے پیچھے تکیے سیٹ کر دیے۔
پھر سسٹر جانے کب وہاں سے گئی۔ اسے پتا بھی نہیں چلا' وہ بس اپنے قرآن میں گم تھی۔
اس نے دھیرے سے پہلا صفحہ کھولا تو عربی عبارات سے مزین اوراق سامنے آئے' اس کا دل ایک دم رُعب سے بھر گیا۔ ہاتھ ذرا سے کپکپائے' لب

لرزے' آنکھوں کے گوشے بھیگتے چلے گئے۔
اوہ خدایا' وہ کتنی نوازی گئی تھی۔ اسے اللہ نے اپنے کلام کو تھامنے کا موقع دے دیا تھا۔ وہ اس کی سن لیتا تھا' اور اس کو مخاطب بھی کرتا تھا۔ برسوں کا یہ ساتھ بھلا کیسے ٹوٹ سکتا تھا؟
اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
وہ اسے بھولا نہیں تھا' اس نے اسے یاد رکھا ہوا تھا۔
محمل ابراہیم اپنے رب تعالیٰ کو یاد تھی۔ کیا اسے واقعی اب کچھ اور چاہیے؟
اس نے شروع کے چند صفحات پلٹے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کدھر سے پڑھنا شروع کرے۔ پھر اس نے آغاز میں رکھے ایک بک مارک سے کھولا۔ وہ سورۃ بقرہ کے درمیان سے کھلا تھا۔ دوسرے سیپارے کے اوائل سے۔ برسوں پرانا بک مارک جانے کب اس نے ادھر رکھا تھا؟
اس نے دھڑکتے دل سے پڑھنا شروع کیا۔
"بس تم مجھے یاد رکھو' میں تمہیں یاد رکھوں گا' اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرنا۔"
آنسو اس کے رخساروں سے پھسل کر گردن پہ لڑھک رہے تھے۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے آپ کو خوشی میں یاد رکھا' آپ مجھے غم میں مت بھولیے گا' مگر لب کھل نہ پائے۔
اس نے آگے پڑھا۔
"اے ایمان والو' تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو' بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"
ساتھ ہی حاشیے میں پین سے چھوٹا چھوٹا کچھ لکھا تھا۔ اس نے قرآن قریب کر کے پڑھنا چاہا۔ وہ اس کے اپنے لکھے تفسیر نوٹس تھے۔
"مصیبت میں صبر اور نماز وہ دو کنجیاں ہیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ دلواتی ہیں۔ ان کے بغیر یہ ساتھ نہیں ملتا۔ اس لیے کوئی مصیبت آئے تو نماز میں زیادہ توجہ اور لگن ہونا چاہیے۔ مصیبت میں خاموشی کے ساتھ اللہ کی رضا پر راضی ہو کر جو کچھ موجود ہے اس پر شکر کرنا اور اللہ سے آگے اچھی امید رکھنا صحیح معنی میں صبر ہے۔
یہ سب اس نے لکھا تھا؟ وہ اپنے لکھے پہ حیرت زدہ سی رہ گئی۔ کلاس میں آگے بیٹھنا' ٹیچر کی ہر ایک بات نوٹ کرنا' وہ سب اسے کتنا فائدہ دے گا' اس نے تو کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔
اس نے قدرے آگے سے پڑھا۔
"اور البتہ ہم تمہیں کچھ چیزوں کے ساتھ ضرور آزمائیں گے۔ (یعنی) خوف سے اور بھوک سے جانوں اور مالوں کے نقصان سے — اور خوش خبری دے دو ان کو جو صبر کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں' جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے' یہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' ان ہی لوگوں پہ ان کے رب کی طرف سے عنایتیں اور رحمت ہے اور یہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"
اس نے ساتھ حاشیے میں لکھے اپنے الفاظ پڑھے۔
"صابرین کا مصیبت پہ بس اناللہ وانا الیہ راجعون کہہ دینا کافی نہیں ہے' بلکہ دراصل یہ الفاظ ان دو عقائد کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن پہ جمے بغیر کوئی صبر نہیں کر سکتا۔ اناللہ (بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں) عقیدہ توحید ہے اور وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے) عقیدہ آخرت پہ ایمان ہے کہ ہر دکھ اور مصیبت ایک دن ختم ہو جائے گی اور اگر کچھ ساتھ رہے گا تو صرف آپ کے صبر کا اجر۔"
اس نے اگلی آیت پڑھی۔
"بے شک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں تو جو کوئی حج کا ارادہ کرے۔"
صبر کے فوراً بعد صفا مروہ اور حج کا ذکر؟ وہ ذرا حیران ہوئی' پھر اپنے ہاتھ کے لکھے نوٹس پڑھے۔
"صفا اور مروہ دراصل ایک عورت کے صبر کی نشانی ہیں' جب آپ کو بے قصور کسی تپتے صحرا میں چھوڑ دیا جائے اور آپ اس توکل پہ کہ اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا' صبر کریں تو پھر زم زم کے میٹھے چشمے

FREE SCAN & PDF FIAZ AHMED Friend Korner.com

"اللہ تعالیٰ، پلیز مجھے معاف کردے، مجھے ہدایت پہ قائم رکھ۔"

اس نے دل میں دعا مانگتے ہوئے مطلوبہ صفحہ کھولا۔

"کس طرح اللہ اس قوم کو ہدایت دے سکتا ہے جو اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کریں؟"

اس کے آنسو پھر سے گرنے لگے۔ اس کا رب اس سے بہت ناراض تھا۔ اس کی معافی کافی نہ تھی۔ وہ سسکیوں کے درمیان پھر سے استغفار کرنے لگی۔

"اور انہوں نے رسول کے برحق ہونے کے گواہی دی تھی، اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی تھیں، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

وہ جیسے جیسے پڑھتی جارہی تھی، اس کا رواں رواں کانپنے لگا تھا۔ قرآن وہ آئینہ تھا جو بہت شفاف تھا۔ اس میں سب کچھ صاف نظر آتا تھا۔ اتنا صاف کہ کبھی کبھی دیکھنے والے کو خود سے نفرت ہونے لگتی تھی۔

"ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ بے شک ان پہ اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرشتوں کی اور سب کے سب لوگوں کی (لعنت ہے) "ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں۔ نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا، اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے۔"

اس نے قرآن بند کردیا۔ یہ خالی زبانی استغفار کافی نہ تھا۔

اس نے نوافل کی نیت باندھی، اور پھر کتنی ہی دیر وہ سجدے میں گر کر روتی رہی۔ جس کے ساتھ ہر پل رہو، جو رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہو، اس کی ناراضی محسوس ہو ہی جاتی ہے اور انسان اس کی ناراضی دور کرنے کے لیے اتنا ہی کوشش کرتا ہے جتنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

جب دل کو کچھ سکون آیا تو اس نے اٹھ کر آنسو پونچھے، اور قرآن اٹھا کر ٹھیک اسی آیت سے کھولا جہاں سے چھوڑا تھا۔ آیت روز اوّل کی طرح روشن تھی۔

"مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کرلی....." (اس کا دل زور سے دھڑکا) اور انہوں نے اصلاح کرلی تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔"

بہت دیر سے روتے دل کو ذرا امید بندھی۔ ذرا قرار آیا۔

یہ توبہ کی قبولیت کی نوید تو نہ تھی، مگر امید ضرور تھی۔

اس نے آہستہ سے قرآن بند کیا۔ میڈم مصباح کہتی تھیں، اگر قرآن کی آیات میں آپ کے لیے ناراضی کا اظہار ہو، تو بھی بخشش کی امید رکھا کریں۔ کم از کم اللہ آپ سے بات تو کررہا ہے۔

"وہ ٹھیک ہی کہتی تھیں۔" محمل نے اٹھتے ہوئے سوچا تھا۔

☆ ☆ ☆

مہتاب تائی نے کمرے کے کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔

"محمل سے کہو، شاپنگ کے لیے چلے۔ اس کے جوتے کا ناپ لینا ہے۔ ورنہ بعد میں خود کہے گی کہ پورا نہیں آتا۔"

وہ بیڈ پہ کتابیں کھولے بیٹھی تھی، جبکہ مسرت الماری سے کچھ نکال رہی تھیں۔ تائی کی آواز پہ دونوں نے بری طرح چونک کر انہیں دیکھا تھا جو اسے نظر انداز کیے مسرت سے مخاطب تھیں۔

(تو وہ وسیم والا قصہ ابھی تک باقی ہے؟) اس نے کوفت سے سوچا تھا۔ پچھلے کچھ دنوں میں پے در پے ہونے والے واقعات نے وقتی طور پہ اسے وہ معاملہ بھلا دیا تھا۔ یہ بھی کہ حسن کی مخالفت ابھی برقرار تھی۔

"مگر تائی اماں، میں انکار کرچکی ہوں۔"

"لڑکی! میں تمہاری ماں سے بات کررہی ہوں۔"

"مگر میں آپ سے بات کررہی ہوں۔" اس کا لہجہ نرم مگر مضبوط تھا۔

"مسرت؟ اس سے کہو تیار ہوجائے، میں گاڑی میں اس کا ویٹ کررہی ہوں۔" وہ کھٹ کھٹ کرتی وہاں سے چلی گئیں۔ اس نے بے بسی سے ماں کو دیکھا۔ وہ اس سے بھی زیادہ ـــ بے بس نظر آرہی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پھوٹتے ہیں۔"

اس کے بے قرار دل کو جیسے ڈھیروں ٹھنڈک مل گئی تھی۔ آنسوؤں کو قرار مل گیا۔ اندر باہر سکون سا اتر گیا۔ اور اس کے بعد جیسے گہری خاموشی چھا گئی۔

سارے ماتم دم توڑ گئے تھے۔ اسے صبر آ ہی گیا تھا۔ اب رونے کا پہر تمام ہوا تھا۔ کتاب اللہ اس کے پاس تھی، وہ رسول اللہ کی اُمتی تھی، دین کا علم اسے عطا کیا گیا تھا۔ اب کسی شکوے کی گنجائش باقی نہ تھی۔ دور جاہلیت سے نکلنے والے انسان کی زندگی میں مکہ کی سختیاں، مدینہ کی ہجرت، بدر کی جیت اور احد کی شکست آتی ہے۔ طائف کے پتھر بھی آتے ہیں، اور اسریٰ اور معراج کی بلندیاں بھی۔ مگر آخر میں ایک فتح مکہ ضرور آتا ہے اور اس سفر میں کسی کا مکی دور بعد میں آتا ہے اور مدنی دور پہلے آجاتا ہے۔

وہ ایک سال جو اس نے ہمایوں کے ساتھ اپنے گھر میں گزارا، ایک پرسکون من چاہی ریاست میں، وہ دور ختم ہو چکا تھا۔ اس کا مکہ اب شروع ہوا تھا۔ طائف کے پتھر اب لگنے لگے تھے۔ مگر وہ جانتی تھی کہ اگر وہ کمزوروں کا رب اس کے ساتھ ہے تو اسے بھی کسی عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ مل جائے گی۔ اسے بھی انگور کے خوشے مل جائیں گے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی دعا یاد آئی اور اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ تب ہی دروازہ کھول کر سسٹر اندر داخل ہوئی۔ اسے جاگتا دیکھ کر ذرا سا مسکرائی اور آگے بڑھی۔

"کیسا فیل کر رہی ہیں آپ؟" وہ اس کے ساتھ لگی ڈرپ کو چیک کرنے لگی تھی۔

"ہوں۔" وہ جیسے کسی خیال سے جاگی۔ "فائن... الحمدللہ۔"

"آپ کو بہت ٹائم بعد ہوش آیا ہے۔ ڈاکٹرز ہوپ کھو چکے تھے۔"

"معلوم نہیں۔" وہ قدرے بے بسی سے مسکرائی۔ "میں نے تو وقت کا تعین بھی کھو دیا تھا۔"

"مایوسی کی باتیں مت کریں میم! خداوند آپ کی مدد کرے گا۔"

وہ ذرا سی چونکی یہ انگور کے خوشے لے کر ہمیشہ نینوا کے عداس کیوں آتے ہیں۔ اس نے بے اختیار سوچا تھا۔

"ہاں، مجھے یقین ہے وہ میری مدد کرے گا۔" وہ کھل کر مسکرا دی۔ شاید پہلی دفعہ وہ یوں مسکرائی تھی۔

"تمہارا اس کی مدد پہ کتنا ایمان ہے سسٹر؟"

"بہت زیادہ، میم! کرائسٹ مدد مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔"

"ہوں۔" وہ نرمی سے مسکراتی اس کا پُریقین چہرہ دیکھے گئی۔ "تم جانتی ہو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ قرآن کیا کہتا ہے؟"

نلکی کو تھامے سسٹر میرین کے ہاتھ لمحے بھر کو تھمے۔ اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا، اس کی سیاہ آنکھوں میں حیرت بھرا سوال ابھرا تھا۔

محمل نے ایک ثانیے کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔

"ہینڈسم اے ویری ہینڈسم مین ہی واز مسیح، عیسیٰ بن مریم۔"

"ریئلی؟" سسٹر میرین کی آنکھوں میں دیپ سے جل اٹھے۔

"آف کورس، ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ وہ بے حد ہینڈسم تھے، بہت وجیہہ، صرف بیان نہیں ان کے پاس رائٹنگ پاور بھی تھی۔ قلم کی طاقت، وہ بہت اچھا لکھتے تھے اور جانتی ہو وہ اپنے ان مریکلز اور ٹیلنٹس کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟"

"کیا؟" وہ دم بخود ننھا بچہ جھکے سن رہی تھی۔

"وہ کہتے تھے، یہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔" وہ سانس لینے کو رکی، پھر جیسے یاد کر کے بتانے لگی۔ "جب سے مجھے یہ پتا چلا میں اپنی کوئی بھی تعریف سن کر عیسیٰ علیہ السلام کو کوڈ کرتی تھی، کوئی میری تعریف کرتا، تو میں کہتی یہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔"

"بیوٹی فل!" سسٹر میرین بے خود سی کہہ اٹھی۔ پھر

آہستہ سے چیزیں سمیٹنے لگی۔

"مسز ہمایوں آپ پہلی مسلم ہو جس نے بتایا ہے کہ آپ کی ہولی بک یسوع مسیح کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ ورنہ مسلم ہمیشہ بہت سختی سے کہتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ غلط ہے۔"

"السلام علیکم!" فرشتے نے جھانکا، "تم اٹھ گئیں؟"

"ہاں، کب کی۔" وہ چونکی، پھر سنبھل گئی۔ فرشتے اندر چلی آئی۔ عبایا اور سیاہ حجاب کو چہرے کے گرد لپیٹے ہمیشہ کی طرح تازہ اور خوب صورت۔

"آپ نے شادی نہیں کی فرشتے!" محمل نے کہا اور پھر اس نے دیکھا کہ فرشتے کی سنہری آنکھوں میں سایہ سا لہرایا ہے۔

"شادی میں کیا رکھا ہے محمل؟" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"سنت سمجھ کے کر لیں۔"

وہ سر جھکائے چادر پہ انگلی سے نادیدہ لکیریں کھینچنے لگی۔

"پھر آپ شادی کر لیں گی نا؟"

"جب تک تم ٹھیک نہیں ہو تیں میں شادی نہیں کروں گی۔"

"اور اگر میں کبھی ٹھیک نہ ہوئی تو؟"

"تو میرے لیے تم، ہمایوں اور تیمور بہت ہو، مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، چلو تمہاری فزیو تھیراپسٹ آنے والی ہوگی۔ اس سے بنا کر رکھو، اب اس کو بھگانا نہیں ہے۔ گھر شفٹ ہو کر بھی روز اس کی شکل دیکھنا تو ہوگی نا۔" فرشتے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

اور وہ ایک خیال اسے اطمینان بخش گیا۔

گھر... اس کا گھر... اپنا گھر... اس ہفتے وہ واپس چلی جائے گی۔

اس نے طمانیت سے سوچا تھا۔

سسٹر میرین فائل ہاتھ میں پکڑے پین سے اس میں کچھ اندراج کر رہی تھی۔

محمل تکیوں کے سہارے ٹیک لگائے خاموش گم صم سی بیٹھی تھی۔ اس کے بھورے سیدھے لمبے بال شانوں پہ پھسلتے کمر پہ گر رہے تھے۔ یہ بال کبھی بے حد گھنے اور سلکی ہوتے تھے۔ مگر طویل بیماری نے انہیں بے حد پتلا اور مرجھائے پھول کی پتیوں جیسا کر دیا تھا۔

"میڈم!" لکھتے لکھتے ایک دم سسٹر نے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پہ یکایک ڈھیروں تفکر امڈ آیا تھا۔

"ہوں۔" وہ چونکی۔ آج کل وہ پکارے جانے پہ یوں ہی چونک اٹھتی تھی۔

"کافی دن ہو گئے، وہ نہیں آئے۔"

"کون؟"

"وہ کوئی صاحب ہیں، کافی عرصے سے آپ کو دیکھتے آ رہے ہیں۔ کافی بڑی عمر کے ہیں، اتنی لمبی داڑھی بھی ہے۔ بہت کائنڈ اور جینٹل سے ہیں۔"

"کب سے آ رہے ہیں؟"

"میں تین سال سے ادھر ہوں، جب سے انہیں آتا دیکھتی ہوں عموماً" فرائی ڈے کو آتے ہیں، بس ادھر سے جھانک کر۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا، "اور مجھ سے آپ کا حال پوچھ کر چلے جاتے ہیں، کبھی آپ کے پاس رکے نہیں۔"

"کیا میرے کوئی رشتہ دار ہیں؟" سوال کرنے کے ساتھ ہی اس کے ذہن کے پردے پہ بہت سے چہرے ابھرے۔ آغا ہاؤس کے خوش حال و مطمئن چہرے، ایک کسک سی دل میں اٹھی۔ کیا ان کو وہ یاد ہوگی؟ کیا کبھی اپنے عیش و آرام سے فرصت پا کر انہوں نے اس کے لیے چند لمحے نکالے ہوں گے؟

"نہیں، وہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے رشتہ دار نہیں ہیں۔ بس یوں ہی جاننے والے ہیں۔"

"فرشتے اور میرے ہزبینڈ... ان کو جانتے تھے وہ؟"

"ان کے ہوتے ہوئے تو وہ کبھی نہیں آئے، ہمیشہ ان کی غیر موجودگی میں آتے ہیں۔ مگر اب کافی دن ہو گئے نہیں آئے۔"

"کوئی نام، آتا پتا؟"

"کبھی بتایا نہیں۔" سسٹر اب دوبارہ فائل پہ جھکی اندراج کرنے لگی۔ وہ مایوس سی ہو گئی۔ جانے کون تھا،

Scan & Pdf FIAZ AHMED Friends Korner.com